یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون

# رسالہ

# انوار الصوفیہ

جلد ۱ بابت ماہ رجب ۱۳۲۲ھ نمبر ۲

ستمبر ۱۹۰۴ء

فہرست مضامین



انجمن خدام الصوفیہ

کی طرف سے

فیض عام پریس لاہور میں طبع ہو کر شائع ہوا




انوار الصوفیہ رسائل پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری
نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام 1904 کو شروع کروایا تھا

**رسالہ انوار الصوفیہ کی 1904 کی ابتدائی 12 جلدیں مہیا**

**کرنے پر میں پروفیسر فاروق منشاد صاحب کا مشکور ہوں**

پروفیسر محمد منشاد علی جماعتي رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ مجاز علی پور سیداں شریف

نوٹ: یہ رسائل باباجی سرکار پروفیسر منشاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے
خود پروفیسر فاروق صاحب کو دیے تھے، اور ان تمام رسائل
کی سکینگ کا تمام کام پروفیسر فاروق صاحب نے کیا ہے،



پروفیسر فاروق منشاد جماعتي

جن کی لسٹ مندرجہ بالا ہے (بختیار حسین جماعتی)

| | | |
|---|---|---|
| 1 1904 Agust | 5 1905 February | 9 1905 June |
| 2 1904 September | 6 1905 March | 10 1905 July |
| 3 1904 October | 7 1905 April | 11 1905 Agust |
| 4 1905 January | 8 1905 May | |

# مقاصد و اغراض انجمن خدام الصوفیہ

(۱) اتحاد جمیع سلاسل صوفیہ مثلاً نقشبندیہ ـ چشتیہ ـ قادریہ ـ سہروردیہ وغیرہ

(۲) اشاعتِ علم تصوّف ـ

(۳) فراہمی کتب تصوّف

(۴) اجرائے رسالہ انوار الصوفیہ جسمیں صوفیای کرام کا تذکرہ ـ اخلاق و آداب وغیرہ درج ہو ـ

## نوٹ

ہر ایک قسم کی خط و کتابت متعلقہ انجمن خدام الصوفیہ یا رسالہ انوار الصوفیہ و ترسیل زر و منی آرڈر و تبادلۂ اخبارات و رسالہ جات بنام حافظ ظفر علی ایڈیٹر دفتر رسالہ انوار الصوفیہ ـ لاہور ـ لوہاری منڈی ہونی چاہئے ـ

# دیباچہ

"یہ مضمون جناب میر حبیب اللہ صاحب امرتسری کی تصنیف ہے جو کہ میونسپل کمشنر و سکرٹری انجمن اسلامیہ و آنریری مجسٹریٹ و رئیس اعظم امرتسر ہیں۔ اور یورپ و امریکہ و کشمیر میں آپ کی تجارت ہے۔ آپ عربی فارسی میں عالم ہونے کے علاوہ انگریزی میں بھی فاضل ہیں۔ آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور میں بی۔ اے کی تعلیم حاصل کی ہوئی ہے۔ آپ بڑے شریف خوبصورت جوان صالح۔ نیکبخت۔ متدین وجیہ صوفی ہیں۔ آپ کی زیارت سے ہی انسان خوش ہو جاتا ہے۔ آپ ہمیشہ نیک کاموں میں زیادہ حصہ لیتے ہیں۔ آپ صاحب تصنیف بھی ہیں۔ اکثر رسائل اخلاقی صوفیانہ طرز پر چھپوا کر شائع کر چکے ہیں۔ اور جناب زبدۃ العارفین عمدۃ الواصلین حضرت شاہ صاحب علی پوری دام فیضہم کو بھی ان کے ساتھ کمال درجہ کی محبت ہے۔ آپ ہمیشہ اُن کو حبیب کر کے ہی پکارا کرتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ "ہمارا حبیب فی الواقع حبیب ہے" آپ حاجی میر محمود صاحب مرحوم آنریری مجسٹریٹ امرتسری کے صاحبزادے اور حاجی خان بہادر خان محمد شاہ صاحب مرحوم رئیس اعظم امرتسری کے نواسے ہیں۔ آپ کی شان میں یہ شعر صادق آتا ہے۔ **شعر**

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش ——— اینچنیں زیبا روش کمتر بود اندر جہاں

خداے تعالی آپ کی عمر دراز کرے۔ آمین ثم آمین فقط

## (مضمون جناب میر حبیب اللہ صاحب امرتسری)

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسّلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست ——— آمد آخر ز پسِ پردہ تقدیر پدید

رسالہ انوار الصوفیہ نمبر ۱ کو طبع ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ ہی گذرا ہے کہ آج یہ رسالہ نمبر ۲ ہدیۂ احباب ذوق و ارباب شوق کیا جاتا ہے۔ پہلے رسالہ میں جو اجراے رسالہ انوار الصوفیہ کا پیش خیمہ تھا صرف دو مضمون طبع ہوئے تھے ایک تو صوفی کامل جناب حافظ انور علی صاحب جج پنشنر رہتکی کا جو اگرچہ تصوف کے رنگ سے رنگا ہوا تھا۔ مگر در اصل انجمن خدام الصوفیہ کے انعقاد پر خوشی کا اظہار تھا۔ اور اغراض و مقاصد

انجمن کو مختصر طور سے بیان کیا ہوا تھا - دوسرا مضمون عالم ظاہری و باطنی مولانا مولوی محمد ذاکر صاحب بگوی کا تھا جس کا لطف صاحبان ذوق کو اب تک نہیں بھولتا اور جسکا بیان کرنا مشکل ہے **شعر**

لذت بادۂ لعلش ز من مست بپرس ... ذوق آں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی

اب اس رسالہ نمبر ۳ میں صوفی صافی جناب حافظ محمد علی صاحب جج پنشنر رہتکی کا وہ مضمون گوہر بار طبع ہوا ہے جس کے لئے مدت سے دل مشتاق تھے اور آنکھیں منتظر تھیں یعنے **قانون تصوف** سبحان اللہ کیا اچھا نام ہے - اس سرخی سے ہی طالبان صادق سمجھ گئے ہونگے کہ یہ مضمون کیسا عمدہ اور پُر اثر ہوگا - اور دل قابو سے باہر ہو گئے ہوں گے کہ اس کو پڑھ کر جلد اس کے فیضان سے حصہ لیں - حافظ صاحب ممدوح کے حالات سے اکثر احباب واقف ہیں اور جنہوں نے کہ آپ کی مجلس میں بیٹھکر آپ کی زبان مبارک سے کلمات تصوف سنے ہیں وہ تو اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں کہ جناب حافظ صاحب ممدوح کس قدر بحر ذخار ہیں لیکن جن کو یہ نعمت میسر نہیں ہوئی وہ اس مضمون کو پڑھ کر کسی قدر نقشہ کھینچ سکیں گے - حافظ صاحب نے اس مضمون میں تصوف اور اس کی حقیقت و صوفی و اصطلاحات صوفیہ کرام اور ان کے مختصر حالات کو اس خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے - کہ طالبان صادق کے لئے یہ مضمون از حد مفید ہے - چونکہ یہ مضمون ضخیم تھا اس لئے اس مضمون کو دو نمبروں میں بانٹا گیا ہے - یعنی آدھا نمبر ۳ میں شائع ہوگا - اور قطب ربانی غوث صمدانی زبدۃ العارفین سراج السالکین سیادت پناہ نجابت دستگاہ جناب حافظ جی سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری ادام اللہ فیوضہم علی العالمین کا وہ بے مثل دیرا اثر مضمون طبع نہیں ہو سکا جس کیواسطے ہماری طرف سے عاشقان صادق کے دل سے یہ صدائیں آ رہی ہیں - **شعر**

بیا کہ منتظر مقدم تو یارانند ... نہادہ چشم براہ تو دوستدارانند

مگر ان مشتاقان جمال و طالبان صادق کو مژدہ ہو کہ انشاء اللہ العزیز وہ مضمون نمبر ۴ میں شائع ہوگا اور بمصداق دیر آید درست آید - اسکا دیر سے طبع ہونا خالی از حکمت نہ ہوگا -

محبان خالص و یاران بیر یگانگت میں التماس ہے کہ اس مضمون کو اچھی طرح پڑھ کر اسکے معانی و نکات کی طرف غور کریں اور وہ اخلاق حمیدہ و اوصاف ستودہ پیدا کرنے کی کوشش کریں جو صوفیائے کرام کا خاصہ ہوتا ہے اور جن کا مختصر کرشمہ اس مضمون سے ظاہر ہوتا ہے -

الراقم میر حبیب اللہ امرتسری

# ناظرین!

قبل اس کے کہ آپ قانون تصوف کے پڑانے مضمون سے محظوظ و مسرور ہوں۔ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صاحب قانون تصوف کے مختصر حالات سے آپ کو آگاہی ہوجائے تاکہ لطف دوبالا ہوجائے۔ یہ واضح رہے کہ یہ مضمون جناب زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حضرت حافظ انور علی صاحب نقشبندی مجددی سرہندی کی تصنیف ہے جسکا ابتدائی حصہ حضرت داتا گنج بخش صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں ملک عالیہ انجمن خدام الصوفیہ میں جو مسجد شاہی لاہور میں ۲۲ محرم ۱۳۲۲ ہجری کو ہوا سنایا گیا اور عرض کیا گیا کہ چونکہ وقت تھوڑا رہ گیا ہے مضمون زیادہ ہے یہ چھپ کر بلاحظہ سے گذرے گا۔ آپ علم عربی میں عالم ہونے کے علاوہ انگریزی میں بھی ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ اور قدوۃ الاولیاء نخبۃ الاتقیاء مرجع العلماء والفضلاء مقبول رب المعبود حضرت حاجی محمود صاحب جالندہری مجددی قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید ہیں۔ آپ حاجی صاحب موصوف سے خرقۂ خلافت حاصل کرکے بہت مخلوق کو فیضیاب کرچکے ہیں۔ آپ پہلے ڈسٹرکٹ جج تھے مگر اُسوقت بھی سوائے چھ گھنٹہ سرکاری نوکری کے باقی تمام وقت اپنے پیر و مرشد صاحب کی خدمت شریف میں گذارتے تھے اور اُنکی صحبت باطنی کے انوار سے ہمیشہ مستفیض ہوتے رہتے تھے۔ آپ نے مرید ہونے کے بعد تمام عمر اپنی مرشد صاحب کی خدمت میں گذاری۔ حاجی صاحب مرحوم کی وفات شریف کے بعد آپ کی جالندہر سے تبدیلی ہوئی۔ آپ نے اپنی عمر کا اکثر حصہ علم تصوف کے حاصل کرنے میں صرف کیا۔ اور تصوف کی نایاب کتابیں بڑی محنت سے جمع کرکے اُن کو مطالعہ کیا۔ اور بہت کتابیں علم تصوف میں آپ نے تصنیف کیں۔ چنانچہ اُن میں سے بعض کے نام بھی لکھے جاتے ہیں۔ قانون عشق حصہ اول و دوئم۔ شرح کافیہا سے حضرت بلھے شاہ صاحب مرحوم قصوری۔ قانون معرفت۔ قانون توحید چار حصہ۔ قانون سلوک۔ پوتھی لا الہ الا اللہ۔ ہندی نظم لکچر محمڈن صوفی ازم فلاسفی چار حصہ۔ شرح رباعیات حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ۔ کلیہ گیان لہر حضرت شاہ بھیکھ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ شرح فصوص الحکم دو حصہ قالی تکوہ حالی ناول حق پرست۔ تذکرۃ المحمود وغیرہم بہت کتابیں ہیں اور شیخ فضل الدین صاحب قومی دوکان کشمیری بازار لاہور سے مل سکتی ہیں۔ آپ کی تصانیف سے بہت اشخاص فیضیاب ہو چکے ہیں۔ انگریزی خوانوں کی اصلاح کی طرف ہمیشہ آپ کی توجہ رہی۔ چنانچہ بہت انگریزی خواں آپکے صوفی ازم کے لکچر پڑھ کر راہ راست پر آگئے۔

دمریت چھوڑ کر صوفی بن گئے ۔ یہ رسالہ انوار الصوفیہ بھی آپ کی ہی ذات منبع الفیوض والبرکات کا نتیجہ ہے ۔حضرت شاہ صاحب علیپوری دام فیضہم کو بھی آپ کے ساتھ نہایت اعلیٰ درجہ کی محبت و اخلاص ہے آپ ہمیشہ اُن کے مداح و ثنا خواں رہتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ کو علم تصوف میں جو کچھ فائدہ پہنچا ۔جناب حافظ صاحب کی ہی تصانیف سے پہنچا ۔آپ نہایت ضعیف العمر ہیں یہاں تک کہ اُٹھنے بیٹھنے سے بھی معذور ہیں مگر باوجود اس ضعف حالت کے کہ آپ چارپائی پر سے بھی نہیں اُٹھ سکتے ۔ہمت اور اشتیاق نفع رسانی مخلوق خدا اس قدر ہے کہ آپ نے چارپائی پر بیٹھے لیٹے یہ رسالہ قانون تصوف ہر دو حصہ تصنیف فرمایا ہے جن میں سے ایک حصہ اول ہدیہ ناظرین ہے جس کا بقیہ حصہ اگلے نمبر میں شائع ہوگا ۔

آپ پہلے ڈسٹرکٹ جج تھے ۔آپ کو ۶ سو روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی تھی اب ۳۰۰ روپیہ ماہوار پنشن ملتی ہے ۔آپ شریف ۔ خاندانی شہر رہتک کے رئیس اعظم ہونے کے علاوہ چند دیہات کے مالک ہیں اور آپ کا شجرہ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے ۔آپ صدیقی شیخ ہیں ۔گویا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آپ کو دوہرا تعلق ہے ۔

آپ نے نماز ظہر اور عصر کا صحیح وقت دریافت کرنے کے واسطے ۳ سال کی محنت شاقہ کے بعد ایک آلہ ایجاد کیا ہے جو ہر شہر ہر ملک ہر موسم میں نماز کا صحیح وقت بتانے کے علاوہ جیبی گھڑیوں کا بھی صحیح وقت بتاتا ہے تمام اہل اسلام کو اُس گھڑی کا اپنے پاس رکھنا ضروری ہے ۔جناب حافظ صاحب موصوف سے شہر رہتک کے پتہ سے وہ گھڑی دستیاب ہو سکتی ہے ۔

اب میں اخیر میں جناب حافظ صاحب موصوف کی درازیٔ عمر و صحت کے واسطے دعا کرتا ہوں کہ خدای تعالیٰ اُنکو تا دیرگاہ ہمارے سروں پر قائم رکھے بلکہ عمر طبعی نصیب فرمائے تاکہ مخلوق خدا اُن کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتی رہے ۔ آمین

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

امابعد۔ اَیُّھَا الْاَحْبَابُ! مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ جس کو کوئی دوست رکھتا ہے اُس کا اکثر ذکر کرتا ہے۔ چونکہ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اس انجمن خدام الصوفیہ کے مخدوم ہیں تو ضرور ہُوا کہ اپنے مخدوموں کی تعریف کیجائے۔ اور اس انجمن میں یہ بیان کیا جائے کہ صُوفی کس کو کہتے ہیں اور تصوف کے کیا معنے ہیں۔

ایھاالاحباب:۔ آدمی زادہ طرفہ معجونی ست — از فرشتہ سرشتہ وز حیواں
گر کُند میل ایں شود کم ازیں — ور کند قصد آں شود بہ ازاں

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت آدمی صاحب بھی عجیب الخلقت ہیں۔ ان کی سرشت میں صفات ملکی بھی رکھی گئی ہیں اور صفاتی حیوانی بھی یعنے ان میں صفات حمیدہ بھی ہیں اور صفات رذیلہ بھی۔ اگر انہوں نے صفات حمیدہ کو حاصل کیا تو فرشتوں سے بہتر ہیں اور اگر صفات رذیلہ میں پھنسے رہے تو حیوانوں سے بدتر ہیں۔ ان میں لطافت اور روحانیت بھی اعلیٰ درجہ کی ہے اور جسمانیت اور کثافت بھی پرلے درجہ کی۔ ان میں ایک یہ صفت عجیب ہے کہ جو کسی دوسری مخلوق میں نہیں کہ آپ جس کی طرف متوجہ بتوجہ تام ہوتے ہیں اُسی کے رنگ حقیقت سے رنگین ہوجاتے ہیں اور اُسی کی صفات ان سے ظاہر ہوتی ہیں۔ صفات حمیدہ ان میں بہت ہیں اور اُن کے مقابلہ میں رذیلہ بھی بہت جن کی تفصیل کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔ دیکھو تصنیفات حضرت حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ۔ ایک صفت حمیدہ جب ان میں قائم ہوجاتی ہے تو اُس کے مقابلہ کی صفت رذیلہ ان کی ہمیشہ کے لئے فنا ہوجاتی ہے جیسے صفت علم کسی میں قائم ہوجاتی ہے تو صفت جہل جو پہلے سے اُسمیں تھی وہ فنا ہوجاتی ہے۔ صفت سچ بولنے کی جب اس میں قائم ہوجاتی ہے تو اُس کے مقابلہ کی صفت جھوٹ بولنے کی فنا ہوجاتی ہے صفت آگاہی بحق اور فرمانبردار خدا ہونے کی جب اس میں قائم ہوجاتی ہے تو غفلت از

حق اور نافرمانی خدا کی صفت اس میں سے فنا ہو جاتی ہے۔ کچھ علم بھی ہوا اور کچھ جہل بھی رہا اور کچھ سچ بھی بولا کچھ جھوٹ بھی بولا۔ کچھ آگاہی بھی ہوئی اور کچھ غفلت بھی کچھ فرمانبرداری بھی کچھ نافرمانی بھی۔ اس حال میں یوں نہ کہیں گے کہ صفت حمیدہ اُس میں قائم ہو گئی اور صفت رذیلہ فنا ہو گئی۔ یہ تو صفات حمیدہ اور رذیلہ کی کشاکش اور لڑائی ہے کبھی ایک اپنی طرف اُس کو کھینچ لے گئی۔ کبھی دوسری اپنی طرف۔ آہ افسوس ہم اسی میں گرفتار ہیں۔ اور اسی وجہ سے خوار ہیں۔ اس حال میں جتنا ہم اپنے حال پر روئیں۔ اُتنا تھوڑا یہ حال ہمارا دو دلاپن اور دبدہا ہے ؎

دُبدہا میں دونوں گئے مایا ملی نہ رام
گئے دونوں جہان کے کام سے ہم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
رکھا کشتیٔ عشق میں خوف سے قدم چلے بہتے لُجۂ درد و الم
ذرا تم ہی بتاؤ مراد کہ ہم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
افسوس۔ افسوس۔ افسوس۔

ایھا الاحباب! حضرت انسان میں ایک صفت حمیدہ عجیب یہ رکھی گئی ہے کہ عشق الٰہی انہیں میں سے ظاہر ہوتا ہے اور کسی مخلوق میں یہ صفت نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ ساری مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو اپنا پیارا بنایا ہے اور اسی کو اپنے عشق و محبت کی نعمت عطا کی ہے جیسا کہ یحبہم ویحبونہ اُس نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے ؎

یُحِبُّہُم وَیُحِبُّونَہٗ چہ اسرار است
بز برپردہ نگر خویش را خریدار است

یہ صفت حمیدہ عشق الٰہی کی طریقت محمدی سے اور عنایت الٰہی سے جس میں ظاہر ہوئی اور قائم ہوئی اُس میں اس صفت حمیدہ کے ساتھ تمام صفات حمیدہ آئیں اور وہ خلعت تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ سے سرافراز ہوا اور تمام صفت رذیلہ اُس کی فنا ہوئیں وہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہوا ؎

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما | اے طبیب جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما | اے تو افلاطون و جالینوس ما

طریقت کے صدقے اور عنایت ایزدی کے قربان جس سے عشق الٰہی کی پھلجھڑی لگے اور وہ فنا فی اللہ کرے۔ بقا باللہ حاصل ہو۔ طریقت لب لباب شریعت ہے اور اسکا خط

اَلطَّرِيْقَةُ هِيَ لُبَابُ الشَّرِيْعَةِ لَهَا مَنَازِلُ وَ مَقَامَاتٌ اَوَّلُهَا التَّوْبَةُ وَ اٰخِرُهَا التَّسْلِيْمُ ؎

کشتگان خنجر تسلیم را — ہر زماں از غیب جانے دیگر است

جن صاحبوں نے اول طریقت میں قدم رکھا اور اس عطر سے معطر ہوکر سلوک کو پورا کیا۔ اُن میں آخر میں عشق الٰہی نے ظہور پایا۔ وہ سالک مجذوب ہوئے۔ اُنکا سلوک جذبہ سے پہلے ہوا اور جن صاحبوں کے باطن میں جذبہ اور عشق الٰہی نے پہلے ہی ظہور کیا اور اس جذبہ اور عشق میں سلوک اُن کا تمام ہوا تمام صفات حمیدہ اُن میں قائم ہوگئیں اور صفات رذیلہ فنا ہوگئیں وہ مجذوب سالک ہوئے کہ سالک پر اُن کا جذبہ مقدم ہے۔ خاندان نقشبندیہ میں جذب مقدم ہے۔ سلوک اُس کے ضمن میں ہے۔ مرشد کی توجہ سے طالب صادق میں پہلے ہی جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور مرشدوں کے جذبہ کا اور اُس سے عشق الٰہی کا اثر اول ہی طالبوں پر پڑ جاتا ہے جیسے بجلی اور مقناطیسیت کا اثر اُس پر جو اُن سے مناسبت رکھتا ہے پاس آنے سے پڑ جاتا ہے۔ اور طرح طرح کے آثار اُن میں پیدا کرتا ہے بعد اُس کے اُس جذبہ میں باتباع شرع محمدی وبعنایت مرشد سلوک اُس کا تمام ہوتا ہے۔ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اچھا فرمایا ہے ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند — کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شاں — مے برد وسوسۂ خلوت و فکر چلہ را
تا صرے کو زند ایں طائفہ را طعنۂ قصور — حاشا للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

کسی طالب حق مستعد کا سلوک اول ہی جذبہ و عشق الٰہی کا ایک اثر آنے سے ختم ہو جاتا ہے اُسی وقت اُس میں تمام صفات حمیدہ قائم ہو جاتی ہیں اور صفات رذیلہ فنا ہو جاتی ہیں۔ شریعت کے اعمال پر وہ پورا قائم ہو جاتا ہے۔ اُس سے خلاف شرع کبھی کوئی فعل وقوع میں نہیں آتا۔ محبت اعمال شرعی اُس کی جان میں شیر و شکر ہو جاتی ہے۔ اُسکی حقیقت اُس پر ظاہر ہو جاتی ہے وہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہو جاتا ہے اور اطلاق بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ کا اُس پر صادق آتا ہے۔ اور کسی طالب حق کا اُسی وقت نہیں جبکہ اُس پر پہلی ہی بار اثر جذبہ اور عشق الٰہی کا پڑا ہے۔ مگر بعد میں اُس کی استعداد باطنی کے موافق اُس قدر اثر جذبہ اور عشق الٰہی کا اور پہنچنے پر جو صفات رذیلہ کو اُسکے باطن میں جلا کر خاک کر دے اور صفات حمیدہ کو اُن کی جگہ قائم کر دے۔ سلوک تمام ہو جاتا ہے اور وہ فنا

فی اللہ اور بقا باللہ ہوکر متخلق باخلاق اللہ ہوجاتا ہے۔ اور یہ امر کہ کتنے دنوں میں سالک ہر ایک کا تمام ہوتا ہے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ یہ اپنی اپنی تقدیر اپنے اپنے نصیب اپنی اپنی استعداد باطنی سے تعلق رکھتا ہے۔ کسی کا برس دن میں کسی کا دو برس میں کسی کا پانچ برس میں کسی کا دس برس میں کسی کا پچاس برس میں تمام ہوتا ہے۔ ہر شخص کا حال الگ الگ ہے جس کو خدا جانتا ہے۔ صوفی اسی کو کہتے ہیں جسکا سلوک تمام ہوگیا ہو۔ تمام صفات حمیدہ اُس کے باطن میں ہمیشہ کے لیئے قائم ہوگئی ہوں اور ایسی باطن میں گڑ گئی ہوں اور راسخ ہوگئی ہوں کہ اُنھوں نے اُس میں اپنا گھر کرلیا ہو اور وہ پھر کبھی اُس میں سے نہ نکلیں اور اُس پر یہ صادق آئے کہ ؎

دگر سالکے محرم راز گشت
بہ بندند بروے در باز گشت

اور صفات رذیلہ اور ذمیمہ اُسکے باطن سے فنا ہوگئی ہوں اور ایسی نکل گئی ہوں کہ جیسے دودھ میں سے مکھن۔ اور اس حال میں عشق الٰہی اُسکی رگ رگ میں سرایت کرگیا ہو اور وہ سرتاپا عشق ہی ہوگیا ہو۔ اور خلعتِ فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے سرافراز ہوا ہو جسکا ایسا حال ہو وہی صوفی ہے اور جو صوفی ہے وہی مسلمان حقیقی ہے۔ اُسی سے انوار و برکات اسلام کے ظاہر ہوتے ہیں۔ وہی مقبول الٰہی ہے۔ اور وہی اولیاء اللہ ہے۔ طریقت اُسکی اور طریق عمل اُسکا جس سے وہ اس مقام پر پُہنچا ہے شریعت اور تصوف ہی جو صوفی کے رتبہ کو نہیں پُہنچا۔ وہ ابھی سالک ہے اور سیر الی اللہ میں ہے جس طرح مرشد فرمائے اُس طرح سے ذکر۔ فکر۔ مجاہدہ۔ ریاضت اور عبادت میں مشغول رہنا اُسکا اور شرع محمدی پر جو سب مجاہدوں سے زیادہ مجاہدہ ہے عمل کرنا اُس کا لوازمات سے ہے سب سے بڑے صوفی حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ گو اُس وقت اُنکو صوفی نہیں کہتے تھے اور اس نام سے وہ موسوم نہیں تھے مگر صفات صوفی کی آپ میں ساری تھیں۔ اِسی طرح خاص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی صوفی تھے گو اس نام سے مشہور نہیں تھے۔ اور تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بھی خاص صاحبان تمام صفات صوفی سے موصوف تھے۔ گو اس نام سے معروف نہیں تھے بعد اُن کے اولیاء کاملین اور مقبولانِ بارگاہ رب العالمین جو ہوئے صوفی کے نام سے مشہور ہوئے اور اُن کی جماعت کو صوفیہ کہنے لگے۔ جیسا کہ حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں جو سنہ ۴۳۷ ہجری میں ارقام فرمایا ہے لکھا ہے کہ عصر اوّل کین مسلمانوں کا نام برکت صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ رکھا گیا۔ اور عصر ثانی میں جن لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت پائی۔ اُن کا نام تابعین رکھا گیا۔ اُن کے بعد تبع تابعین رکھا گیا۔ پھر لوگوں میں اختلاف ہوگیا۔ کسی نے

اچھے لوگوں کا نام زہاد رکھا کسی نے عباد رکھا۔ پھر بدعت بہت شائع ہوگئی۔ ہر ایک اپنے تئیں فرقہ زہاد اور عباد سے کہنے لگا۔ اور زاہد اور عابد ہونے کا مدعی ہوا۔ تو اچھے اور خاص لوگ جو اہل سنت والجماعت تھے اور جو اپنے نفوس کو اللہ کے ساتھ رکھتے تھے اور اپنے قلوب کی طوارق غفلات سے محافظت کرتے تھے اور اولیاء اللہ تھے اور دوسرے لوگوں سے الگ ہو گئے تھے۔ وہ اس نام سے موصوف ہوئے اور یہ نام ان اکابروں کا دوسری صدی ہجری کے ختم ہونے سے پہلے ہی مشہور ہوگیا تھا۔ یہ نام صُوفی کسی لغت سے نہیں نکلا

بعض صاحبوں نے یہ فرمایا کہ وہ صاحبان جنکا نام اول صوفی مشہور ہوا۔ صوف یعنی اُون کے کپڑے پہنتے تھے اس سے اُن کا نام صوفی پڑا مگر یہ بھی درست نہیں کیونکہ بہت صاحب اُون کے کپڑے نہیں پہنتے۔ دوسرے کپڑے پہنتے ہیں اور وہ صوفی ہوتے ہیں۔ بعض صاحبوں نے کہا کہ یہ صف اول میں قیامت کے دن ہونگے اسوجہ سے انکو صوفی کہتے ہیں۔ اور بعض صاحبوں نے کہا کہ ان کے قلب کی صفائی ہوجاتی ہے اور اُس میں سے کدورت جاتی رہتی ہے اسوجہ سے انکو صوفی کہتے ہیں۔ ان سب تعریفوں میں کچھ نہ کچھ صوفی کی صفات کا حصہ ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا اور زبدۃ الاولیاء علی بن عثمان ہجویری معروف بہ حضرت داتا گنج بخش صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے جن کا انتقال ۴۶۵ھ ہجری میں ہوا۔ اپنی کتاب کشف المحجوب میں جو فرمایا ہے اُسکا خلاصہ اور حاصل مطلب یہ ہے کہ ہر چیز میں ایک صفا ہے اور ایک اُس کی ضد یعنی کدورت ہے۔ ایسے ہی ہر چیز میں ایک اُسکی لطافت ہے اور ایک کثافت ہے جو اُس کی لطافت ہے وہ صفا ہے اور جو اُس کی کثافت ہے وہ کدورت ہے۔ اہل تصوّف نے چونکہ اپنے معاملات اور اخلاق کو مہذب بنایا۔ اور آفات طبیعت سے اپنے تئیں بچایا۔ اس لئے اُنکو صوفی کہتے ہیں۔ اور یہ اُن کا نام پڑگیا ہے۔ ورنہ معاملات اور امورات اہل تصوف کے ایسے اعلیٰ اور بزرگترین ہیں کہ لفظ صوفی اُن کا محیط نہیں ہوسکتا اور نہ یہ اُنکا اسم صفت ہوسکتا ہے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے بہت لوگوں کو تصوف اور اہل تصوف سے پردہ میں کردیا ہے۔ اور اُن کی صفائی اور خوبی کو اُن کے دلوں سے چھپا دیا ہے اسوجہ سے ایک گروہ نے تو یہ خیال کیا کہ یہ صرف ظاہری اصلاح کی ورزش ہے کوئی مشاہدہ باطن نہیں اور ایک گروہ نے یہ سمجھا کہ یہ ایک اسم بے حقیقت ہے اور یہ خیال یہاں تک بڑھا کہ علماء ظاہرین نے بھی تصوف سے انکار کردیا۔ اور اسکا پردہ جو اُن کے دلوں پر ڈالا گیا تھا وہ اُسی پردہ سے انکار پر خوش ہوگئے اور عام لوگوں نے بھی اُن کی پیروی کی۔ اُنہوں نے باطن کی صفائی کرنے کی کوشش کو دل سے

سے دُور کر دیا اور بزرگانِ سلف اور اصحابوں کے طریق کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ

اِنَّ الصَّفَا صِفَتُ الصِّدِّیْقِ اِنْ اَرَدْتَ صُوْفِیًا عَلَی التَّحْقِیْقِ

یعنے اگر تم حقیقی صوفی کے طالب ہو تو یاد رکھو کہ صفائی صدیق کی صفت ہے کیونکہ صفا کی ایک جڑ تو یہ ہے کہ خدا کے سوا سب سے دل ہٹ جائے اور شاخ یہ ہے کہ دُنیائے غدار سے دل کی علیحدگی ہو جاوے یہ دونوں صفتیں حضرت صدیق اکبر ابوبکر عبد اللہ بن ابو قحافہ رضی اللہ عنہ میں تھیں آپ امام اہل طریقت تھے آپ کا دل غیر خدا سے ایسا منقطع تھا کہ جب رسول مقبول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور وصال ہوا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار کھینچکر یہ کہا کہ جو کوئی یوں کہے گا کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو میں اُس کا سر اڑا دونگا۔ یہ سنکر حضرت صدیق اکبر باہر تشریف لائے اور با آواز بلند فرمایا اَلَا مَنْ عَبَدَ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ عَبَدَ رَبَّ مُحَمَّدٍ فَاِنَّهٗ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ لوگو خبردار رہو اور اس بات کو جان لو کہ جس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی ہے تو وہ یہ جان لے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور جس نے ربِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بندگی کی ہے وہ یہ جان لے کہ وہ حی لا یموت ہے اور پھر یہ پڑھا وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم رسول ہیں اور ان سے پہلے اور بہت سے رسول گذرے ہیں۔ اگر یہ وفات پائیں یا قتل کئے جائیں تو کیا تم پچھلے پاؤں پھر جاؤ گے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جو فانی چیزوں میں اپنا دل لگاتا ہے تو جب وہ فانی فنا ہو جاتا ہے۔ رنج اُس کا باقی رہتا ہے۔ اور جو اللہ باقی کے ساتھ دل لگاتا ہے تو جب وہ فنا ہو جاتا ہے تو وہ اللہ باقی کی بقا کے ساتھ باقی رہتا ہے یعنے جس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو آدمیت کی نگاہ سے دیکھا ہے تو جب محمد صلے اللہ علیہ وسلم دُنیا سے انتقال فرما گئے تو اُن کی تعظیم بھی اُس کے دل سے اُن کے ساتھ ہی چلی گئی اور جس نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حقیقت کی نگاہ سے دیکھا ہے اُن کے نزدیک حضرت کا جانا اور رہنا دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ اُس نے بقا کی حالت میں اُن کی بقا منجانب اللہ دیکھی۔ اور فنا کی حالت میں اُن کی فنا منجانب اللہ دیکھی۔ محوِل یعنے پھیرنے والے کو دیکھا اور محوَل یعنے پھیرے والے کو نہیں دیکھا اور محوِل یعنے پھرنے والے کا قیام محوَل یعنے پھیرنے والے سے پایا۔ اللہ تعالےٰ کے فرمان کے موافق اُن کی تعظیم کی اپنے دل کو سوائے خدا کے اور کسی کی طرف نہ لگایا اور خلقت پر اپنی نظر نہ ڈالی مَنْ نَظَرَ اِلَی الْخَلْقِ

هلک ومن رجع الی الحق ملک یعنے جس نے خلق کی طرف نگاہ کی وہ ہلاک ہوا۔ اور جس نے حق کی طرف رجوع کیا وہ فرشتہ ہوا۔ دوسری صفت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ میں دنیائے ناپایدار سے علیحدگی اختیار کرنے کی ایسی تھی کہ ایک بار آپ اپنا تمام مال ومتاع رہ خدا میں دیکر ایک کملی اوڑھ کر حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تشریف لائے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماخلفت لعیالک یعنے اپنے مال میں سے اپنے اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا۔ عرض کیا کہ اللہ ورسولہ یعنے اللہ کی محبت اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری۔ یعنے جب میرا دل دنیا سے آزردہ ہوگیا تو اُس کی کدورت سے بھی میں نے اپنے دل کو پاک کیا۔ یہ سچے صوفی کی صفت ہے۔ اس کا انکار حق کا انکار ہے۔ اور ظاہرا بیہودہ اور خلاف طریقہ اصحاب واخیار ہے۔ پہلے یہ بیان کیا گیا ہے کہ صفا کدورت کی ضد ہے اور بشر کی صفتوں میں سے ایک صفت کدورت بھی ہے۔ تو حقیقت میں صوفی وہی ہوتا ہے جو کدورت سے نکل جائے اور بشریت کی یہ صفت اُس میں نہ رہے اور اس بشریت کو چھوڑ جائے۔ جیسے یوسف علیہ السلام کو دیکھکر مصر کی عورتیں اس بشریت کو چھوڑ گئیں تھیں اور اپنے حال کی خبر ہی انہوں نے یہ دی تھی کہ ماھذا بشرا یعنے جب مصر کی عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار میں محو ہوئیں اور اُن کے جمال کی خوبی میں مستغرق ہوئیں تو عظمت اُن پر غالب ہوئی۔ پھر بشریت کا وہ غلبہ اپنے عکس سے بدل گیا۔ اور جب وہ غایت اور نہایت کو پہنچا اور بشریت کے فنا پر اُن کی نظر پڑی تو کہا کہ ماھذا بشرا۔ اس احوال کا انہوں نے یوسف علیہ السلام کی طرف تو اشارہ کیا۔ مگر دراصل اپنا حال بتایا۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو بزرگوں نے فرمایا ہے لیس الصفا من صفات البشر لان البشر مدر والمدر لا یخلو عن الکدر یعنے صفا بشر کی صفتوں میں سے نہیں ہے کیونکہ بشر مدر یعنی مٹی ہے اور مدر کدر سے یعنے کدورت سے خالی نہیں ہوتی تو صفائی کا حاصل ہونا افعال سے نہیں ہوسکتا۔ اور بشریت کا زوال مجاہدہ سے نہیں ہوسکتا۔ اس لئے افعال اور احوال کو اس سے کچھ تعلق نہیں یعنی صفا جو صفات بشر سے نہیں ہے اُسکا حصول افعال سے نہیں ہوسکتا۔ عنایت الٰہی سے ہوسکتا ہے کہ وہی ایک نور ہے صفا کا بخشتا ہے۔ اور یہ شعر ان الصفا صفۃ الاحباب وھم شموس بلا سحاب

صفا خدا کے دوستوں کی صفت ہے اور وہی شموس وآفتاب بلا سحاب ہیں۔ خدا کا دوست وہ ہی ہے جو اپنی صفت سے خالی ہو۔ اور صفت دوست لیے سے باقی ہو۔ ان دوستان

خدا کے احوال ارباب حال پر آفتاب کی طرح روشن ہیں جیسا کہ ایک روز حبیب خدا حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت حارثہ کا حال کسی نے پوچھا آپ نے فرمایا کہ ھُوَ عَبْدٌ نَوَّرَ اللّٰہُ قَلْبَہٗ بِالْاِیْمَانِ یعنے وہ بندہ ہے اور اُس کا دِل نورِ ایمان سے اللہ تعالےٰ نے منوّر کر دیا ہے اُس کا چہرہ اُس کی تاثیر سے منوّر ہے اور وہ نورِ ربّانی سے مصوّر ہے اور کہتے ہیں کہ ضِیَاءُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ اِذَا اشْتَرَکَا اُنْمُوْذَجٌ مِنَ الصَّفَاءِ الْحُبِّ وَالتَّوْحِیْدِ اِذَا اشْتَبَکَا -- یعنی نور آفتاب و قمر جب باہم ملتے ہیں تو وہ ایک ایسی مثال ہوتے ہیں جیسے نور صفا محبّت اور توحید کی باہم ملکر معجون بن جاتی ہے - نہیں نہیں - نورِ آفتاب و قمر نور محبّت و توحید الٰہی کے سامنے کیا قدر رکھتے ہیں جو اُن کی مثال ہوں - ہاں بات یہ ہے کہ دنیا میں کوئی نور ان دونوں نوروں آفتاب اور قمر سے زیادہ روشن تر نہیں ہے - اس لیئے صرف سمجھانے کیلئے ان کی مثال دیجاتی ہے ورنہ نور آفتاب و ماہتاب کو نور محبّت و توحید سے کیا نسبت ہے آنکھ نور آفتاب و ماہتاب سے تو آسمان کو ہی دیکھتی ہے اور دِل نورِ محبّت و توحید سے اِس دُنیا میں عرش کو اور عقبیٰ کو دیکھتا ہے طریقت کے تمام مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ جب بندہ بند مقامات سے رہا ہو جاتا ہے تو کدر احوال سے خالی ہو جاتا ہے اور محل تغیر اور تلوین سے آزاد ہو جاتا ہے اور تمام احوال محمود سے موصوف ہو جاتا ہے اور وہ جملہ اوصاف سے جدا ہو جاتا ہے یعنے وہ اپنا صفت محمود کے بند اور قید میں بھی نہیں رہتا یعنے اُس کو کچھ خیال میں نہیں لاتا اور اس سے وہ معجب نہیں ہوتا اُس کا حال ادراک میں نہیں آتا اور تصرف ظنون سے نکل جاتا ہے - اُس کے حضور کو ذہاب نہیں یعنی حضور اس کا نہیں جاتا ہر وقت اس کو حضور رہتا ہے اور اُس کے وجود کے لیئے اسباب نہیں لِاَنَّ الصَّفَا حُضُوْرٌ بِلَا ذِھَابٍ وَوُجُوْدٌ بِلَا اَسْبَابٍ یعنے صفا حاضری بے غیبت ہے اور واجدی بے سبب و علّت کیونکہ جس پر غیبت طاری ہوتی ہے وہ حاضر نہیں ہوتا - اور جس کے وجد کا سبب علّت ہو وہ واجد نہیں ہوتا - اور جب وہ اس درجے پر پہنچ جاتا ہے تو وہ فانی ہو جاتا ہے - اور روش انسانیت میں ربّانی ہو جاتا ہے - سونا اور مٹی اس کے نزدیک برابر ہوتا ہے اور خلق پر جو حفظ احکام و تکلیف کے امور دشوار ہوتے ہیں وہ اُس پر آسان ہو جاتے ہیں جیسا کہ حارثہ رضی اللہ عنہ کا حال تھا کہ ایک دن وہ حضرت رسول مقبول پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے - رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کَیْفَ اَصْبَحْتَ یَا حَارِثَۃُ یعنے حارثہ تم نے صبح کس حال میں کی - عرض کیا یا رسول

الله ارواحی فداک اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا بِاللّٰهِ حَقًّا یعنے مَیں نے صبح اس حال میں کی کہ مَیں واللہ مومن
حقیقی تھا۔ یہ سنکر جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے زبانِ گوہر فشاں سے فرمایا اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ
یَا حَارِثَۃُ یا حارثہ دیکھو تم کیا کہتے ہو اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ حَقِیْقَۃً فَمَا حَقِیْقَۃُ اِیْمَانِکَ یعنے ہر شئے کی ایک
حقیقت و برہان ہوتی ہے۔ تمہارے ایمان کی حقیقت و برہان کیا ہے۔ حضرت حارثہ نے
عرض کیا عَرَفْتُ نَفْسِیْ مِنَ الدُّنْیَا فَاسْتَوٰی عِنْدِیْ حَجَرُھَا وَذَھَبُھَا وَفِضَّتُھَا وَمَدَرُھَا
یعنے مَیں نے اپنے نفس کو دنیا سے الگ کر لیا۔ اور اُس سے علاقہ توڑ دیا تو میرے نزدیک سونا اور
پتھر چاندی اور مٹی سب برابر ہوگئی فَاَسْھَرْتُ لَیْلِیْ وَاَظْمَأْتُ نَھَارِیْ حَتّٰی صِرْتُ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی عَرْشِ
رَبِّیْ بَارِزًا وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَھْلِ الْجَنَّۃِ یَتَزَاوَرُوْنَ فِیْھَا وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَھْلِ النَّارِ یَتَعَاوَوْنَ
پھر مَیں راتوں کو جاگا اور دن میں پیاسا رہا جس سے میرا یہ حال ہو گیا کہ مَیں عرش رحمان کو اپنی
آنکھوں کے سامنے دیکھتا ہوں اور اہل جنت کو آپس میں پھرتا اور اہل دوزخ کو دوزخ میں جلتا دیکھتا
ہوں یہ سنکر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے عَرَفْتَ فَالْزَمْ تتنے اسکو پہچان لیا۔ اسکو
لازم پکڑو۔ اور یہ بات تین بار حضرت نے فرمائی۔ پس جاننا چاہیے کہ صوفی خاص کاملان ولایت
اور محققان اولیاء کا نام ہے انکو ہی صوفی کہتے تھے اور کہتے ہیں۔ مشائخ رحمۃ اللہ علیہم میں سے
بعض صاحب فرماتے ہیں کہ مَنْ صَفَاہُ الْحُبُّ فَھُوَ صَافٍ وَمَنْ صَفَاہُ الْحَبِیْبُ فَھُوَ صُوْفِیٌّ یعنے جو محبت
میں مصفا ہو وہ صافی ہے اور جو دوست میں مستغرق ہو اور اُس کے غیر سے بری ہو وہ صوفی ہے
اور لغت کے اقتضاء سے اس نام کا اشتقاق درست نہیں ہوتا کیونکہ اس کی کوئی جنس نہیں ہے۔
جس سے مشتق ہو۔ اور اشتقاق شئے کا ایک شئے سے مجانست کو چاہتا ہے اور جو کچھ ہے وہ ضد صفا ہے
کسی شئے کا اُس کی ضد سے اشتقاق نہیں ہوتا۔ یہ نام ظہر من الشمس ہے محتاج عبارت و اشارت
نہیں لِاَنَّ الصُّوْفِیَّ مَمْنُوْعٌ عَنِ الْعِبَارَۃِ وَالْاِشَارَۃِ۔ یعنے صوفی تمام عبارات و اشارت سے
ممنوع ہے اور جبکہ سارا عالم اُس کی تعریف کرتا ہے تو صوفی کے اس نام کے نہ جاننے سے اسکے
حال حصول معنی کو کوئی خطرہ نہیں۔ اہل کمال ایسے شخص کو جس کی تعریف اوپر ہوئی صوفی کہتے
ہیں اور ان کے متعلقوں اور طالبوں کو متصوف کہتے ہیں۔ لفظ تصوف تفعل سے ہے اور تفعل
تکلف کا مقتضی ہے یہ فرع ایک اصل کی ہے اور اس معنی کا فرق حکم لغت سے ہے اور اُس کے
معنے سے ظاہر ہے اَلصَّفَاءُ وِلَایَۃٌ وَلَھَا اٰیَۃٌ وَّرِوَایَۃٌ وَالتَّصَوُّفُ حِکَایَۃٌ لِّلصَّفَا بِلَا شِکَایَۃٍ
یعنے صفا ایک معنی متلالی اور ظاہر ہے اور تصوف اس معنی کی ایک حکایت ہے اور اہل

اس معنی کے اس درجے میں تین قسم پر ہیں ایک صوفی دوسرے متصوف تیسرے مستصوف صوفی وہ ہے جو اپنے سے فانی ہوا اور حق سے باقی ہو۔ طبائع کے قبضہ سے چھوٹ گیا ہو۔ اور حقیقت حقائق کو پہنچ گیا ہو۔ اور متصوف وہ ہے جو مجاہدہ سے درجہ صوفی کی طلب رکھتا ہو اور اس طلب میں اپنے نئیں اُن کے معاملے اور طریق عمل پر درست کرنا۔ اور مستصوف وہ ہے جو مال و منال و جاہ و حظ دنیا کے لئے اپنے نئیں اُن کی طرح رکھتا ہو۔ اور ان دونوں کی کچھ خبر اسکو نہ ہو۔ اس کے حال میں کہتے ہیں اَلْمُسْتَصْوِفُ عِنْدَ الصُّوْفِيَّةِ كَالذُّبَابِ وَعِنْدَ غَيْرِهِمْ كَالذِّئَابِ یعنی صوفیہ کے نزدیک مستصوف مثل مکھی کے ہے جو کچھ وہ کرتا ہے ایک ہوس ہے۔ اور دوسرے کیلئے وہ بھیڑیا ہے انکو پھاڑ کھاتا ہے۔ باتیں اُس کی بے معنے اور بے وقار ہیں۔ کام اُسکے بے جان اور مُردار ہیں۔

صوفی صاحب وصول ہے اور متصوف صاحب اصول اور مستصوف صاحب فضول جس کو وصل نصیب ہوا وہ مقصود کے پانے اور مراد کے ملنے سے مقصود سے بے مقصد و اور مراد سے بے مراد ہوا۔ جسکو اصل نصیب ہوئی وہ احوال طریقت پر متمکن ہوا اور اُسکے لطائف میں عاکف اور مستحکم ہوا اور جس کو فضل نصیب ہوا وہ سب سے الگ رہا اور ایک رسم کا عامل ہوا اور اس رسم کی وجہ سے اس سے محجوب و غافل ہوا۔ اور اس حجاب سے وصل اور اصل سے دور رہا۔ انتہی کلام حضرت داتا گنج بخش صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے نفحات الانس میں بحوالہ ترجمہ عوارف وغیرہ جو فرمایا ہے۔ خلاصہ اس کا معہ اُس کی تشریح مناسب کے اب عرض کیا جاتا ہے کہ مراتب طبقات مردم کے اعلے اختلاف درجات تین ہیں:۔

**اوّل** مرتبہ وصلان اور کاملان کا ہے۔ یہ طبقہ عُلیا ہے اور یہی سابقان و مقربان ہیں:۔

**دوسرا** مرتبہ سالکان طریق کمال کا ہے۔ یہ طبقہ وسطی ہے۔ اور یہی ابرار اور اصحاب یمین ہیں۔

**تیسرا** مرتبہ مقیمان غار نقصان کا ہے۔ یہ طبقہ سُفلی ہے اور یہی اشرار اور اصحاب شمال ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد اہل وصول کے دو طائفہ ہیں۔

**اوّل** طائفہ مشائخ صوفیہ کرام رح کا ہے جنہوں نے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اقوال افعال عمل میں بکمال متابعت کی ہے اور اس سے وصول کا مرتبہ پایا ہے اور بعد از وصول ان کو دعوت خلق کے لئے بطریق متابعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم باذن و ماموں ہوئے ہیں۔ یہی

طائفہ کاملان مکمل کا ہے انہیں صاحبوں کو بعد از استغراق عین جمع اور لجہ توحید کے فضل و عنایت ازلی نے ماہی فنا کے شکم سے خلاصی عطا فرما کر ساحل تفرقہ اور میدان بقا پر پہنچایا ہے تاکہ خلق کو وہ نجات و درجات کی راہ بتاویں۔

**دوسرا** طائفہ مجذوبان الٰہی کا وہ ہے جسکو وصول بدرجہ کمال کے بعد پھر خلق کی ہدایت و تکمیل کے لئے نہیں بھیجا گیا ہے وہ ایسے بحر جمع میں غرق اور شکم ماہی فنا میں ناچیز و مستہلک ہوئے ہیں کہ نہ اُن کا کچھ اثر کہیں ملا نہ ان کی کچھ خبر ساحل تفرقہ اور ناحیت بقا پر پائی گئی وہ سلک زمرۂ سکان قباب عزت اور قسطان دیار حیرت میں منخرط ہوئے اور انکو بعد از کمال وصول ولایت کے دوسروں کی تکمیل کی خدمت مفوض نہ ہوئی۔

اہل سلوک بھی دو گروہ ہیں:۔

**ایک** طالبان مقصد اعلیٰ اور مریدان وجہ اللہ یعنے طالبان حق بحکم یریدون وجہہ ہیں۔

**دوسرے** طالبان بہشت و مریدان آخرت بحکم و منکم من یرید الآخرۃ ہیں۔

پھر طالبان حق کے دو طائفے ہیں:۔

**ایک** متصوفہ ہیں جنہوں نے بعض صفات نفوس سے خلاصی پائی ہے اور بعض احوال صوفیان سے متصف ہو گئے ہیں مگر ابھی کچھ صفات نفوس کے باقی ہیں اور اس سبب سے نہایت و قرب صوفیہ کو نہیں پہنچے ہیں۔

**دوسرے** ملامتیہ ہیں جو رعایت معنی اخلاص اور محافظت قاعدہ صدق کے لئے نظر خلق سے اپنی طاعات کے اخفا میں اور خیرات کے چھپانے میں کوشش اور مبالغہ کرنا واجب اور ایک فرض اپنا سمجھتے ہیں اور اعمال صالحہ میں ایسی کوشش کرتے ہیں کہ کوئی دقیقہ اسکا باقی نہیں چھوڑتے اور تمام فضائل کا حاصل کرنا اور نوافل کا ادا کرنا لوازمات طریقت سے جانتے ہیں مشرب اُن کا کل اوقات میں تحقیق معنی اخلاص ہے تاکہ اُن کے اعمال میں ریا کا کہیں نام بھی نہ پایا جاوے۔ ایسے لوگ عزیز الوجود اور شریف الحال ہیں الا ابھی حجاب وجود خلقیت کا اُن کی آنکھوں کے سامنے سے نہیں اٹھا اور وہ مشاہدہ جمال توحید اور معائنہ عین تفرید سے محجوب ہیں جو اپنے اعمال کو خلق سے چھپاتے ہیں۔ خلق اُن کو نظر آتی ہے اور نفس ان کا ابھی مرا نہیں جو اپنے آپ کو بھی دیکھتا ہے اور یہی ان کی اروبیت وجود خلق اور نفس خود کی مانع معنی توحید ہے کیونکہ خلق و نفس غیر خدا ہیں۔ توحید میں غیر کا خارج و معدوم

ہونا خواہ وہ اختیاری ہی ہو ضروری ہے۔ ملامتیہ اور صوفیہ میں یہ فرق ہے کہ جذبہ عنایت قدیمہ نے صوفیہ کو اُن سے بالکل منتزع کر دیا ہے اور حجاب خلق و انانیت کو اُن کی نظر شہود کے سامنے سے بالکل اٹھا دیا ہے اس لئے وہ ایتان طاعات اور صدور خیرات میں اپنے تئیں اور خلق کو دیکھتے ہی نہیں۔ اور ڈنکہ کی چوٹ یہ کہتے ہیں ؎

کجا غیر کو غیر کو نقش غیر  سوے اللہ اللہ ما فے الوجود

؎ چشم حق بین بجز حق نتوان دید بدن  باطل اندر نظر مردم باطل بین است

یہی وجہ ہے کہ وہ اخفائے اعمال اور ستر احوال کے مقید نہیں ہیں۔ اگر مصلحت وقت اظہار طاعت میں دیکھتے ہیں تو اُس کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر اخفا میں مصلحت دیکھتے ہیں تو اس کا اخفا کرتے ہیں پابند کسی کے نہیں۔

طالبان آخرت بھی چار طائفے ہیں جنکے نام زُہاد۔ فقرا۔ خدام۔ عباد ہیں۔

**زہاد**۔ وہ صاحبان ہیں جو نور ایمان اور ایقان سے جمال آخرت کو مشاہدہ کرتے ہیں اور دنیا کو صورت قبیح میں دیکھتے ہیں اور اُس کی زینت مُزخرف فانی کی طرف کچھ التفات نہیں رکھتے اور رغبت اپنی اُس طرف سے ہٹا لیتے ہیں اور جمال حقیقی باقی کی طرف (جو جمال آخرت ہے) رغبت رکھتے ہیں ان میں اور صوفیہ میں یہ فرق ہے کہ زاہد اپنے حظ نفس کی وجہ سے حق سے محجوب ہے کیونکہ بہشت مقام حظ نفس بحکم فِیہَا مَا تَشتَہِی الاَنفس ہے اور صوفی مشاہدہ جمال ازلی اور محبت لم یزلی میں دنیا و آخرت دونوں سے محجوب ہے اُس نے جیسے دنیا کی رغبت چھوڑ دی ہے ایسے ہی آخرت کی بھی رغبت چھوڑ دی ہے (ایک اللہ ہی سے جی لگایا ہے) اور اُس کی محبت میں اپنے آپ کو گنوایا ہے۔ اللہ ہی اُس کو نظر آتا ہے اور بس (اس سے ظاہر ہے کہ صوفی کا زُہد زاہد کے زُہد سے بڑھا ہُوا ہے (کیونکہ زاہد کا زہد تو صرف دنیا ہی سے تھا اور حظ نفس کی وجہ سے تھا۔ اور صوفی کا زُہد دنیا و آخرت دونوں سے ہے اور حظ نفس اُس کا فنا ہو گیا ہے اس کا کہیں نام و نشان نہیں)۔

**فقرا** وہ طائفہ ہے جو اسباب و اموال دُنیوی میں سے کسی چیز کا مالک نہیں ہے اور فضل اور رضوان الٰہی کی طلب میں اُن سب کو اُس نے چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ ترک اُن کا ان تین باتوں میں سے کسی ایک بات کے لئے ہے:۔

**اوّل**۔ یا تو بامید تخفیف حساب یا بوجہ خوف عذاب ہے۔ کیونکہ حلال کا حساب ہوگا اور حرام

عذاب ہوگا۔ جتنا مال واسباب دنیا کا انبار ہے ڈالا نہ ان جھگڑوں ہی سے چھوٹے۔ جب
مال واسباب ہوگا جسکو وہ اپنا مال واسباب سمجھتا ہے اور واقع میں وہ اسکا مالک نہیں۔ خدا
کا مال ہے تو اس کی سمجھ کے موافق وہ اس مال واسباب کے دے ڈالنے سے اور فقیر ہو جانے سے
اس کے حساب اور عذاب سے چھوٹا۔

دوسرے یا یہ توقع فضل و ثواب اور مسابقت بہ دخول جنت ہے یعنی سب سے پہلے جنت میں
داخل ہونے کی توقع سے ہے کیونکہ بہشت میں فقرا اغنیاء سے پانسو برس پہلے داخل کئے جائینگے
تیسرے یا جمعیت خاطر اور فراغت باطن کی طلب کے لئے ہے تاکہ جمعیت خاطر اور فراغت
باطن سے اکثار طاعات اور حضور دل حاصل ہو۔ (مال واسباب کے نہ ہونے سے پریشانی خاطر اور
حیرانی باطن جاتی رہے) فقرا میں اور ملامتیہ و متصوفہ میں یہ فرق ہے کہ فقرا تو طالب بہشت
اور اپنے حظ نفس (حوروں کے ملنے اور نعمائے بہشتی کے حاصل ہونے) کے خواہاں ہیں
اور ملامتیہ اور متصوفہ طالبان حق ہیں۔ اور اس کے قرب کے خواہاں ہیں۔ واہ کیا
مردانگی ہے ع۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اے طالب حق: ان تینوں مرتبوں فقر میں یعنی مرتبہ فقیر اور ملامتیہ اور متصوفہ میں سب سے بڑا مقام
مرتبہ فقر کا خاص صوفی کا ہے۔ کیونکہ صوفی کا مرتبہ فقیر کے مرتبہ سے بہت بڑا ہے اسلئے کہ اسکو فقر
بھی حاصل ہے اور اس سے بڑھکر مقام صوفی بھی) (جو دنیا اور آخرت کے مال واسباب کو دے
ڈالنا اور عشق الٰہی میں غرق ہونا اور فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہونا ہے۔ فقیر کو فقر رسمی اور مجازی
حاصل ہے۔ اور صوفی کو فقر اصلی اور حقیقی۔ فقیر مال واسباب کی ملک اپنی سمجھتا تھا اور اس کو دے
ڈالنے سے دوسرے کی ملک کر دیتا ہے۔ یہ ملک در اصل رسمی اور مجازی ہے۔ اور اس
ملک اور پھر کا دے ڈالنا فقر رسمی اور مجازی ہے۔ صوفی کبھی مال و اسباب کو جو اس کے پاس
ہو اپنی ملک نہیں سمجھتا خدا کی ملک سمجھتا ہے جو سب کا اصلی اور حقیقی مالک ہے کہ الملک للہ والملک
للہ۔ اور جب صوفی کی ملک اصلی کوئی مال یا اسباب نہیں اور وہ اپنی ملک ہی اس کو نہیں
سمجھتا۔ اور معنی واللہ الغنی وانتم الفقراء اس پر متجلی ہیں۔ اور وہ در اصل پہلے ہی سے فقیر اصلی ہے
تو پھر وہ کیا دے ڈالے۔ صوفی کا فقر حقیقی اور اصلی ہے اور فقیر کا فقر رسمی اور مجازی۔ دیکھئے فقیر
اور صوفی کی سمجھ میں کتنا فرق ہے اور اس سمجھ سے ہی انکے مرتبہ میں فرق ہے۔ البتہ جیسا کہ

اسباب کو اپنا سمجھتا تھا ایسی ہی وہ اپنی ہستی کو بھی اپنی سمجھتا ہے۔ اور جو طاعت اور عبادت اور ریاضت کرتا ہے اس کو بھی اپنی ہی سمجھتا ہے اور اس کو اپنی سمجھ کر اس کے عوض اور بدل میں مراتب اور مقامات آخرت اور بہشت کے چاہتا ہے۔ دیکھئے کیا خوب سودا ہے۔ ع

برین عقل و دانش بباید گریست

اور اس فقر رسمی اور مجازی سے جو مرتبہ اور حال فقیر کو دنیا میں حاصل ہوتا ہے وہ اسکو اپنا مرتبہ اور اپنا حال سمجھتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ یہ کیسا ادنیٰ خیال ہے۔ اور صوفی پر چونکہ سیر الی اللہ میں ہر حال و مقام سے اُس کی اصلیت اور حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ اور اُس اصلی حقیقت کی رنگت اس پر چڑھ جاتی ہے اور وہ جملہ حالات و مقامات کو طے کر کر مرتبہ اور مقام صوفی پر پہنچ جاتا ہے تو وہ تمام اعمال و احوال اور مقامات کو اپنے نہیں کہتا اور کسی عمل اور کسی حال اور کسی مقام کو اپنی طرف سے نہیں دیکھتا اور اپنے سے مخصوص نہیں جانتا بلکہ وہ اپنے تئیں ہی نہیں دیکھتا اس حال میں اُس کا اپنا نہ کوئی وجود ہے نہ ذات ہے نہ صفت ہے اس سب کچھ خدا کا ہے اور وہ اس حال میں محو در محو اور فنا در فنا ہے اور یہ حقیقت فقر ہے جس کی فضیلت مشائخ اور صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے بیان فرمائی ہے۔ اس کے سوائے جو کچھ ہے وہ رسم فقر ہے۔ اور اسکی صورت مقام فقیر پر جو مقام صوفی کی فوقیت ہے وہ اسوجہ سے ظاہر ہے کہ فقیر اپنی ارادت فقر اور ارادت حظ نفس سے حق سے محجوب ہے اور صوفی سے کوئی بھی ارادت مخصوص نہیں صورت فقر و غنا میں ارادت اسکی ارادت حق میں محو ہوتی ہے بلکہ واقعی اور اصلی بات یہ ہے کہ ارادت صوفی کی عین ارادت حق کی ہوتی ہے اسلئے اگر وہ صورت و رسم فقر بھی اختیار کرے اور مال و اسباب دنیوی دے ڈالے کچھ اپنے پاس نہ رکھے تو اس ارادت اور اپنے غنا سے وہ حق سے محجوب نہیں ہوتا اسلئے کہ ارادت اسکی ارادت حق کی ہے۔ بعضے صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ہے کہ اَلصُّوفِیُّ ھُوَ الخَارِجُ عَنِ النُّعُوتِ وَالرُّسُومِ وَالفَقِیرُ ھُوَ الفَاقِدُ لِلْاَشْیَاءِ (یعنے صوفی نعوت اور رسوم سے خارج ہے اور فقیر اشیا کا فاقد یعنے گم کرنیوالا ہے) ابوالعباس نہاوندی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اچھا فرمایا ہے اَلفَقرُ بِدَایَۃُ التَّصَوُّفِ یعنے فقر تصوف کی بدایت اور ابتدا ہے۔ اس بیان سے ظاہر ہے کہ صوفی میں زہد اصلی اور فقر حقیقی درو ہوتے ہیں کہ یہ دونوں وصف لازم حال صوفی ہیں۔ اور بعضے صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اثنا میں اغنیا میں رہتے ہیں۔ صورت فقر کو پسند نہیں کرتے۔ حقیقت فقر میں

محو رہتے ہیں اور کبھی وہ اسوجہ سے بھی ایسا کرتے ہیں کہ جمال حال اُن کا نامحرموں کی نظر سے پوشیدہ رہے۔ اور اہل ظاہر اُن کو اغنیائے دنیا سے جانیں یعنے کبھی حال صوفی کا بارادت حق اسکا بھی مقتضی ہوتا ہے اور وہ ارادتِ حق سے ایسا کرتے ہیں کہ اغنیا کی صورت میں ہیں تاکہ وہ اپنے تئیں نظر اغیار سے نقاب عزت میں مخفی رکھیں۔ اور بعض مشائخ اصوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم ارسم وصورت فقر کو بھی اختیار کر لیتے ہیں (باوجود فقر حقیقی کے دنیا کا کوئی مال واسباب بھی اپنے پاس نہیں رکھتے) اس سے مراد انکی انبیاء علیہم السلام کی اقتداء ہوتی ہے اور یہ مراد ہوتی ہے کہ اس تقلل دنیا سے بزبانِ حال وہ صورت فقر کی بھی ترغیب طالبان حق کو دیں اور اسکی دعوت کریں (کہ یہ بھی بہت عمدہ عمل ہے۔ اور حقیقت فقر کی سیڑھی ہے) فرق صرف نیت کا ہے۔ اس فرق نیت کو وہ طالبانِ حق کو بتا دیتے ہیں یہ صورتِ فقر جو صوفیہ کرام اختیار کرتے ہیں یہ وہ صورت ورسم نہیں جو فقیر اختیار کرتا ہے۔ انہیں اور انہیں بڑا فرق ہے۔ فقر کی نیت وارادت طلب آخرت کی ہوتی ہے اور صوفی کی نیت وارادت طلب حق کی۔ ع

بہ بیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

اسی فرق نیت اور ارادت کو صوفی طالبانِ حق کو بتاتا ہے۔ اور صورتِ فقر کی تعلیم اپنے حال سے طالبان کو دیتا ہے اور یہ اُس صوفی کا اختیار صورتِ فقر کا ارادت حق سے ہے نہ (اسکی ارادت سے بطلب حظ اُخروی۔ کیونکہ اس کی ارادت تو ارادت حق میں فنا ہو گئی اور اس فنا ہونے سے ہی) وہ صوفی اور صاحب ارشاد ہوا ہے۔

**خُدام** وہ لوگ ہیں جو محض ثواب آخرت کیلئے فقراء اور طالبان حق کی خدمت (جان ومال سے) کرتے ہیں اور طلب مایحتاج اُن کی میں ہر طریق سے اور اُن کے تفریغ اور ترفیہ خاطر میں اور انتظام امور معاش میں ہر طرح سے جو شرع میں مذموم نہ ہو امداد کرتے ہیں اور اس خدمت کو بجا لاتے ہیں اور بعد ادائے فرائض کے عبادات نوافل پر اس خدمت کو مقدم رکھتے ہیں۔ اصوفی وشیخ میں بھی یہ صفت خادم کی ہوتی ہے فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ اس قسم کا خادم جو خدمت کرتا ہے وہ محض بغرض ثواب آخرت کرتا ہے اور بہشت جو اُس کے نفس کی مراد ہے اُسکو اس خدمت کے عوض میں چاہتا ہے۔ اور شیخ اور صوفی یہ خدمت بلا غرض محض بمراد حق کرتے ہیں نہ بمراد نفس خود۔

**عُباد**۔ وہ لوگ ہیں جو باوجود دنیا کی رغبت بالکل نہ چھوڑنے کے ثواب آخرت کیلئے ہمیشہ وظائف

عبادت و نوافل میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ وصف (عبادت اور وظائف میں ہمیشہ شاغل رہنے کا) صوفی میں بھی ہوتا ہے۔ (فرق صرف اسقدر ہے کہ صوفی کی عبادت و وظائف شوائب و دواعی علل و اعراض سے مُعرّا اور مُبرّا ہوتے ہیں۔ کیونکہ صوفی حق کی عبادت کیلئے ہی کرتا ہے۔ نہ ثواب اُخروی کے لئے (کہ دنیا اور آخرت بمقابلہ حق کے اس کے دل میں کچھ قدر نہیں رکھتی) اور عباد و عباد محض ثواب آخرت کے لئے کرتے ہیں یہ فرق ظاہر ہے) اس بیان سے معلوم ہوا کہ واصلان حق صرف دو طائفہ ہی ہیں باقی چھ طائفہ سالکان کے ہے (جو واصلان حق کے مرتبہ کو نہیں پہنچے) اور ان آٹھ طائفوں کے دو دو متشبہ ہیں ایک انکا محق (یعنے صادق) ہے اور دوسرا مبطل (یعنے کاذب) ہے۔ انکا بیان سنئے۔

۱۔ متشبہ محق بصوفیان طائفہ متصوفہ کا ہے جو نہایت احوال صوفیوں سے مطلع ہو کر ان کے مشتاق ہوتے ہیں۔ مگر ابھی بقایا تعلقات صفاتِ نفس سے اپنے مقصد کو پہنچے ہوئے نہیں ہوتے اور ابھی بیچ میں ہی لٹکتے ہوتے ہیں۔ (جب یہ عنایت حق سے مقام صوفی پر پہنچ جاتے ہیں تو واصل باللہ اور صوفی ہو جاتے ہیں)۔

۲۔ متشبہ مُبطل بصوفیاں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے تئیں زمرہ صوفیان سے ظاہر کرتے ہیں اور ان کے عقاید اور اعمال اور احوال سے خالی اور عاطل ہوتے ہیں اور اپنی گردن سے طاعت کی رسی نکالکر خلیع العذار اور شتر بے مُہار ہو کر چراگاہ اباحت میں چرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ احکام شریعت تو عوام کے لئے ہیں جنکی نظر ظواہر اشیاء پر ہے ہمارے لئے نہیں۔ اس طائفہ کو باطنیہ اور اباحیہ کہتے ہیں۔ (اور یہ طائفہ مردود ہے)۔

۳۔ متشبہ محق بمجذوبان واصل۔ یہ اہل سلوک کا وہ طائفہ ہے جن کی سیر ابھی قطع منازل صفات نفوس میں ہے مگر تابش حرارت طلب سے وجود ان کا قلق اور اضطراب میں ہے اور قبل ازانکہ بتاثیر صبح کشف ذات کا ظہور ہو اور مقام فنا میں ان کا استقرار و تمکن ہو کبھی کبھی ان کا نظر شہود پر برق بوارق کشف کی لائح و لامع ہو جاتی ہے اور ان کے مشام دل میں نفحہ نفحات وصل کا مہب فنا سے پہنچ جاتا ہے جس سے انکا حال ایسا ہو جاتا ہے کہ ان کے نفوس کی ظلمت اُس برق سے لمعان نور میں منطوی اور متواری ہو جاتی ہے دکھیں تیا انکا نہیں پایا اور خوشبوئیں اُس نفحہ کی ان کے باطن کو آتش طلب کی بھڑک سے ٹھنڈا کر کر اور تپش شوق روحی کو آرام بخش کر چین اور وصل سے متلذ اور متعطر کرتی ہیں۔ پھر جب وہ برق منقطع ہو جاتی ہے

اور وہ خوشبوئیں آنی بند ہو جاتی ہیں تو پھر صفات نفوس کا ظہور ہو جاتا ہے اور حرارت طلب اور قلق شوق کی معاودت ہو جاتی ہے (وہ سب پر عود کر آتے ہیں) چونکہ یہ سالک چاہتا ہے کہ بالکل صفات نفس سے بالکل منسلخ اور منخلع ہو جائے اور غرق بحر فنا ایسا ہو جائے کہ پھر کبھی اُس میں سے نہ نکل آنا کہ اس تعب وجود اور تڑپ دل سے یکبارگی آسایش ہو جائے مگر ابھی یہ حال اُس کا مقام نہیں ہوا کبھی کبھی اُس پر وارد ہوتا ہے اور باطن اُس کا بکلی مشتاق اس مقام کا ہے اور اس مقام کو چاہتا ہے اس لئے لقب اُس کا متشبہ محق بمجذوب واصل رکھا گیا ہے۔

۴ متشبہ مبطل بمجذوب واصل وہ طائفہ ہے جو بحر فنا کے استغراق کا اور عین توحید میں استہلاک کا جھوٹا دعوے کرتا ہے اور اپنے حرکات و سکنات کی اضافت اپنی طرف نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ ہماری حرکات ایسی ہیں جیسے دروازہ کی ہوتی ہیں کہ بے محرک کے حرکت اُس کی ممکن نہیں ہوتی۔ یہ بات تو صحیح ہے لیکن یہ حال اُس جماعت کا نہیں انہوں نے یہ بات عذر ارتکاب فسق و فجور کے لئے بنالی ہے تاکہ ارادت حق کا حوالہ دے کر جو چاہیں سو کریں اور یوں کہدیں کہ جو کچھ کیا خدا نے کیا ہے اس طائفہ کو زنادقہ کہتے ہیں اور ہر ایک اس طائفہ کا زندیق ہے۔

حضرت سہل عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو کوئی یوں کہتا ہے کہ میرے فعل کی نسبت ارادت حق کے ساتھ ایسی ہے جیسے ابواب کی حرکت کی نسبت محرک کے ساتھ ہے تو دیکھو ایسا کہنے والا اصول شریعت کے مراعات اور حدود احکام عبودیت کی محافظت کرتا ہے یا نہیں۔ اگر کرتا ہے تو صدیق ہے اور اگر ایسا نہیں کرتا بلکہ وہ ایسا ہے کہ مخالف احکام شرع کے تورنا اور انہماک میں کسی کا کوئی خوف اور ڈر نہیں رکھتا۔ اور یہ بات اسلئے کہتا ہے کہ اس کہنے سے اپنے نفس کی ملامت کو دور کرے اور کسی دین و ملت کا پابند نہ رہے تو وہ زندیق ہے

۵ متشبہ محق بملامتیہ۔ وہ طائفہ ہے جو رسوم و عادات کی تخریب تو کرتے ہیں الا زیادہ تر نظر خلق سے چھپا کر نہیں کرتے ہیں۔ اور یہ حال اُن کا صرف فراغ خاطر اور خوشی دل کے لئے ہوتا ہے اور مراسم زہاد اور عباد کی کوئی رسم اُن سے پوری نہیں ہوتی اُن میں اُدھورے ہی رہتے ہیں اکثرت نوافل و طاعات سے کچھ کام نہیں رکھتے۔ صرف فرائض ادا کر لیتے

اور بس۔ اسباب دُنیوی کو جمع نہیں کرتے۔ طبیتہ القلب اور خوشی خاطر پر ہی قانع رہتے ہیں۔ اور کسی حال مزید کی طلب نہیں کرتے۔ اس طائفہ کو قلندریہ کہتے ہیں۔ اور چونکہ اس طائفہ کے اعمال میں ریا نہیں ہوتی۔ (اور کبھی خلق سے چھپا کر بھی رسوم اور عادات کی تخریب میں سعی کرتے ہیں) اسلیئے یہ طائفہ ملامتیہ سے مشابہت رکھتا ہے الا ملامیتہ میں اور اس طائفہ میں یہ فرق ہے کہ ملامتیہ تو نظرِ خلق سے چھپا کر بڑی عبادت اور بندگی کرتا ہے اور اُن سے فضایل حاصل کرتا ہے۔ اور یہ طائفہ حدِ فرائض میں ہی رہتا ہے اور اس کا مقید نہیں ہوتا کہ اعمال کا اظہار یا اخفا نظرِ خلقت سے بالکل بچائے۔ اور جو فرقہ کہ اب قلندریہ کہلاتا ہے جس نے اپنی گردن سے شرع کی رسی نکال دی ہے۔ یہ وہ طائفہ قلندریہ نہیں ہے جن کے اوصاف کا یہاں بیان ہوا ہے۔

۶۔ متشبہ مبطل بملامیتہ۔ ایک طائفہ زنادقہ میں سے ہے جو خلاص کا دعوٰی کرتا ہے اور فسق و فجور کے اظہار میں مبالغہ کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ہماری مراد اس ملامتِ خلق سے اسقاط منظر مردم ہے اور حق سبحانہ تعالےٰ طاعات خلق سے بے نیاز ہے اور معصیت خلق کی اسکو کچھ ضرر نہیں پہنچاتی وہ آزار خلق کو ہی گناہ اور معصیت سمجھتے ہیں (اور کسی فعل کو نہیں) اور خلق کے ساتھ احسان کرنے کو ہی طاعت جانتے ہیں (اور کسی کام کو نہیں)۔

۷۔ متشبہ محق بزاہداں۔ وہ طائفہ ہے جو ثواب آخرت کے لئے دنیا سے اپنی رغبت چھوڑنے میں کوشش کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ یک لخت دنیا کی رغبت چھوڑ دے مگر وہ ابھی بالکل نہیں چھوٹی ہے اس طائفہ کو متزہد کہتے ہیں۔

۸۔ متشبہ مُبطل بزاہداں وہ طائفہ ہے جس نے قبول خلق کے لیئے زینت دنیا کو ترک کر دیا ہے اپنی خاطر کو اسی غرض کے لیئے اسباب دنیوی کے جمع کرنے سے ہٹا لیا ہے۔ اور اس عمل سے وہ طلب جاہ و منزلت کی کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی پر انکا حال مشتبہ ہو جائے اور وہ یہ سمجھے کہ انہوں نے دنیا سے بالکل منہ پھیر لیا ہے۔ اور خبر اسکو نہ ہو کہ انہوں نے ترکِ مال سے جاہ منزلت کو خریدا ہے۔ اور ترکوا الدنیا للدنیا ان پر صادق آتا ہے یعنی انہوں نے دنیا کو دنیا کے لیئے ترک کیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ خود اُن پر بھی اُن کا حال شتبہ ہو جائے۔ اور وہ یہ سمجھنے لگیں کہ ان کا دل جو طلب اسباب دنیوی میں مشغول نہیں ہے اس کی علت وہی اعراض اور ترک کرنا دنیا کا ہے۔ اس طائفہ کو مرائیہ کہتے ہیں

۹۔ متشبہ محق بفقرا۔ وہ شخص ہے جس کا ظاہر تو رسم فقر سے متسم ہو۔ اور باطن اس کا حقیقت فقر کا خواہاں ہو لیکن ابھی اُس کے دل سے غنا کا میل نہ گیا ہو۔ اور فقر پر تکلف سے صبر کرتا ہو۔ اور فقر حقیقی کو نعمت خاص حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے جانتا ہو اور اس کا شکر ہمیشہ کرتا ہو۔

۱۰۔ متشبہ مبطل بفقرا۔ وہ شخص ہے جو ظاہر اپنا رسوم فقر سے متسم رکھے اور اُس کے باطن کو حقیقت فقر کی کچھ خبر نہ ہو۔ اور اس عمل سے اس کی مراد صرف اظہار دعوائے فقر کی اور قبول خلق کی ہو۔ اس طائفہ کو بھی مُرائیہ کہتے ہیں۔

۱۱۔ متشبہ محق بخادم۔ وہ شخص ہے جو ثواب اُخروی کی نیت سے ہمیشہ بندگانِ خدا کی خدمت میں کمربستہ رہتا ہے اور اپنے باطن سے یہ چاہتا ہے کہ ان کی خدمت میں کوئی شائبۂ غرض دنیوی مالی یا جاہی کا نہ ہو۔ اور اپنی نیت شوائب میل اور ہوا اور ریا سے خالی کرے الّا ابھی وہ حقیقت خدمت کو نہیں پہنچا ہے۔ اس طائفہ کا یہ حال ہوتا ہے کہ کبھی تو نورِ ایمان کے غلبہ سے کوئی خدمت اُن کے مستحقین کی ہوتی ہے اور کبھی نفس کے غلبہ سے خدمت ان کی ہوائے نفس اور ریا سے ملی ہوئی ہوتی ہے۔ یعنے اپنی تعریف کے توقع میں اُن لوگوں کی بڑی خدمت کرتا ہے جو اس کے مستحق نہیں ہوتے اور اُن کو محروم رکھتا ہے جو اس کے مستحق ہوتے ہیں۔ ایسے شخص کو متخادم کہتے ہیں۔

۱۲۔ متشبہ مُبطل بخادم وہ شخص ہے جو ثواب اُخروی کی نیت سے بندگانِ خدا کی خدمت نہیں کرتا ہے۔ بلکہ اس خدمت کو ایک دام اور جال منافع دنیوی کا بنا لیتا ہے تاکہ اس سے کھانے پینے اسباب و مال و جاہ میں جلب منفعت ہو۔ اگر دیکھتا ہے کہ اس سے یہ مطلب اسکا حاصل نہیں ہوتا تو اُس کو چھوڑ دیتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس خدمت سے اس طائفہ کا مقصد طلب جاہ و مال و کثرتِ اتباع و اشیاء و متاع ہے تاکہ محفلوں اور مجمعوں میں اس خدمت سے تقدم اور فخر حاصل کرے۔ اور اس خدمت سے اپنے حظِ نفس کا مزا اڑائے ایسے شخص کو متخدم کہتے ہیں۔

۱۳۔ متشبہ محق بعابد۔ وہ شخص ہے جو چاہتا ہے کہ اپنی اوقات عبادات میں مستغرق رکھے چونکہ ابھی اُس کے باطن میں دواعی طبیعت باقی ہیں۔ اور تزکیہ نفس ابھی پورا نہیں ہوا ہے۔ اسلئے ہر وقت اس کے اعمال اور اوراد اور طاعات میں فتور پڑ جاتا ہے۔ اور تعویق ہو جاتی ہے اس کو ابھی عبادت کی لذت نہیں آئی جو ہمہ تن اس میں مستغرق ہو۔ اسلئے

تکلف سے عبادات اور اوراد اور طاعات کو ادا کرتا ہے۔ ایسے شخص کو متعبد کہتے ہیں۔
۱۴ متشبہ مبطل یعنی وہ شخص ہے جو اس نیت سے عبادت کرے کہ اُس عبادت سے خلق میں اُس کا قبول ہو لوگ اُسکو اچھا جانیں اور قبول کریں اور اس کے دل میں اس بات کا ایمان نہ ہو کہ آخرت میں بھی اس کا ثواب ہوتا ہے۔ اور جب تک اسکو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ میری عبادت کو کوئی دیکھ رہا ہے یا اُس سے مطلع ہے عبادت نہ کرے یہ شخص بھی فرقہ مراسیہ سے ہے
اعاذنا اللّٰہ سبحانہٗ من السمعۃ والریاء وباللّٰہ العصمۃ والتوفیق

**ایھا الاحباب!** یہ تعریف جو تمام فرقوں کی بیان ہوئی اُس پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ مرتبہ صوفی ہی ان میں بڑا تعریف کے قابل ہے اور اُس سے اُتر کر مرتبہ متصوفہ ہے۔ اوروں کا ایسا مرتبہ نہیں طالب حق کو جہانتک ہو سکے صفات متصوفہ سے موصوف ہونا چاہئے اور جو دستور العمل اُن کا ہے اُس پر عمل کرنا چاہئے تاکہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنی عنایت اور رحمت کبریٰ سے اسکو بھی مرتبہ صوفی پر پہنچاوے۔ دوسرے فرقوں کے جو صفات اور حالات مذمومہ اور غیر مستحسنہ بیان ہوئے ہیں اُن پر غور کر کر دیکھنا چاہئے کہ اُن میں سے کون کون سے ہیں جو صفات و حالات خلاف طریقت متصوفہ اُن دوسرے فرقوں کے طالب حق لپنے میں پائے۔ اُن سے بچنا چاہئے۔ اور کوشش کر کر اپنے سے ان کو دور کرنا چاہئے تاکہ صفت طالب حق کی اس پر صادق آئے اور فرقہ متصوفہ کے سوا دوسرے فرقوں سے وہ علیحدہ ہو جائے۔

اب صوفی کی تعریف پھر سنئے جو آپ کے مخدوم ہیں اور چونکہ آپ صاحبوں کو ان سے محبت ہے پس جتنی تعریف ان کی کیجائے اور جس طرح سے کیجائے اس میں لذت در لذت ہے اور ہر ذکر ان کا اور تعریف ان کی موجب ازدیاد محبت اور باعث حصول نعمت ہے۔ صوفی اور تصوف کی تعریف میں جو کچھ اولیاء کاملین صوفیہ کرام رحمۃ اللّٰہ علیہم اجمعین نے اپنے اپنے مذاق کے موافق بیان فرمایا ہے جن میں بڑے لطائف وحقائق رموزات و اشارات حقیقت کے ہیں۔ اور دراصل معنی سب کے ایک ہی ہیں جن سے طالب حق کو واقفیت ہونا ضرور ہے اُن اقوال کو کتب مقدس کشف المحجوب۔ رسالہ قشیریہ۔ تذکرۃ الاولیاء۔ نفحات الانس۔ رشحات۔ خزینۃ الاصفیاء۔ لطائف اشرفی۔ دمقامات صوفیہ وغیرہ سے معہ تشریح ضروری

مختصراً اس طرح کہا جائیگا کہ رسالہ قشیریہ کے لئے (ق) کشف المحجوب کے لئے (ک) تذکرۃ الاولیا کے لئے (ت) نفحات کے لئے (ن) رشحات کے لئے (ر) خزینۃ الاصفیا کے لئے (خ) لطائف اشرفی کے لئے (ل) مقالات صوفیہ کے لئے (م) تاکہ جو صاحب چاہیں اُن کو اُن کتابوں میں دیکھ لیں۔ اگر کوئی غلطی بیان میں ہو جائے تو درست فرمالیں۔

ایھا الاحباب! حضرت مولنا جامی رحمۃ اللہ علیہ نفحات میں فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت ابو ہاشم رحمۃ اللہ علیہ صوفی کے نام سے مشہور ہوئے جو کوفہ کے رہنے والے تھے اور شام میں شیخ وقت تھے اور ہمعصر حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے تھے جنکا انتقال ۱۶۱ھ میں ہوا۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ابو ہاشم صوفی نہ ہوتے اور دقائق ریا کے بیان نفرماتے تو مجھ کو دقائق ریا کی معرفت نہ ہوتی۔ اور ابو ہاشم کے دیکھنے سے پہلے میں نہیں جانتا تھا کہ صوفی کیا ہوتا ہے پہلے اُن سے جو بزرگ ہوئے وہ زہد و ورع اور طریق توکل اور محبت میں اچھے معاملات رکھتے تھے الا یہ نام نہ رکھتے تھے سب سے پہلے جو صوفی نام ہوا وہ ابو ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کا ہوا۔ اور انہوں نے ہی رملہ شام میں صوفیوں کے لئے خانقاہ بنوائی۔ انتہی

حضرت قطب وقت مقتدائے زمانہ صدر انجمن شیوخ طریقت رہنمائے راہ حقیقت ہمام نسیم وصال محرم حریم جلال شیخ المشائخ مجاب الدعوات عارف اسرار شیخی حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے محب الٰہی اور مقبول بارگاہ نامتناہی ولی کامل صوفی مکمل تھے جن کے نام مبارک سے بڑی برکات اور فیوضات اہل دل کو حاصل ہوتی ہیں۔ اور جو شاگرد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے (خ) اور مرید حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کے (ن) اور تربیت یافتہ حضرت علی بن موسے رضا رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ اور مرشد حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے یعنے حضرت دادا پیر حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے اور جن کا وصال ۲۰۰ھ ہجری میں ہوا۔ اور جن کی قبر مبارک بغداد میں اجابت دعا کے لئے مجرب ہے۔ وہ تصوف کے باب میں یوں فرماتے ہیں اَلتَّصَوُّفُ اَلْاَخْذُ بِالْحَقَائِقِ وَالْیَاسُ مِمَّا فِی اَیْدِی الْخَلَائِقِ (ق) تصوف گرفتن حقائق است و گفتن دقائق و نومید شدن از انچہ در دست خلائق است۔ انتہی یعنے تصوف حقائق کا پانا اور پکڑنا اور دقائق کا کہنا اور جو کچھ خلائق کے ہاتھ میں ہے اس کی طرف نظر نہ

کرنا اور اُس سے نا امید ہونا ہے یہ کلمہ اَلْاَخْذُ بِالْحَقَائِق بڑا پر مغز اور پر معنی ہے اور قابل اِس کے ہے کہ تشریح اس کی بخوبی کی جائے تاکہ برادران طریقت اور طالبان حقیقت اِس کے حقیقی اور اصلی معنے سمجھ جائیں۔ یہ کلمہ دو لفظوں اخذ اور حقائق سے مرکب ہے حقائق کا پانا یا پکڑنا یا اُن تک پہنچنا اسی وقت کہا جا سکتا ہے۔ جب ایسے ریاضات اور مجاہدات اور اذکار و عبادات کئے جائیں جو بموجب شرع محمدی کے ہوں۔ اور وہ مقبول الٰہی ہو جائیں۔ اور نتیجہ اُن کا بعنایت ایزدی یہ ہو کہ ہر شے کی چشم حقیقت اور اشیاء کی حقائق جو کچھ واقع میں ہیں وہ منکشف ہو جائیں اور اصلیت و حقیقت ہر شے کی چشم دل پر ظاہر ہو جائے۔ یہ بڑا اعلیٰ مقام ہے۔ جس کے باب میں یہ حدیث پاک ہے:۔

اِلٰہِیْ اِلٰہِیْ خَلِّصْنَا عَنِ الْاِشْتِغَالِ بِالْمَلَاهِیْ وَاَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا هِیَ

یعنی الٰہی ہم کو اشتغال بالملاہی سے چھوڑا دے اور حقائق اشیاء کو جیسے کہ وہ ہیں ہمکو دکھا دے یعنی ہم یقیناً اِس بات کو جانتے ہیں کہ جس کو ہم پہلے سے اشتغال بالملاہی کے اثر سے حقیقت شئے کی سمجھتے ہیں وہ فے الحقیقت حقیقت شئے کی نہیں ہے۔ حقیقت حقیقی اور اصلی ہر شئے کی جو اس ہماری پنداری اور وہمی اور خیالی حقیقت شئے سے بہت اعلےٰ اور برتر ہے وہ کما ہی اور ہو بہو ہمکو دکھاوے۔ اور اشتغال بالملاہی کے اثر نے دھوکا دیکر جو ہمارے وہم و پندار میں ایک حقیقت شئے کی قائم کر دی ہے اور شکل اُس کی جو ہمارے آئینہ خیال پر فوٹو اتر رہی ہے اُس کو مٹا دے۔

اَیُّہَا الْاَحْبَاب حقیقت ہر شئے کی علم الٰہی ہے کہ سب سے پہلے ہر شئے علم الٰہی میں ہی مع اپنے احکام و آثار کے ہے۔ یہ وہ خاص احکام و آثار اُس شئے کے ہیں۔ جن خاص احکام اپنے سے وہ شئے دوسری شئے سے علم الٰہی سے متمیز ہے اور وہی خاص احکام و آثار مابہ الامتیاز اُس شئے کے ہیں کوئی عقل سلیم یوں نہیں کہ سکتی ہے کہ کوئی شئے جسکو صانع نے پیدا کیا ہے وہ پہلے سے صانع کے علم میں نہ تھی اور بدون علم کے اُس نے پیدا کر دی ہے کہ ایسا قول سراسر بیہودہ اور احمقاپن کا ہوگا۔ جسکو کوئی عقل سلیم تسلیم نہ کرے گی۔ جب حقیقت ہر شئے کی علم الٰہی ہوئی تو اس میں بھی شک نہیں ہے کہ وہ حقیقت شئے کی کسی حالت میں علم الٰہی سے باہر نہیں آسکتی۔ اور کچھ اور نہیں بن سکتی۔ علم الٰہی سے باہر آجائے اور کچھ اور بنجائے تو ذات الٰہی کو جہل لازم آجائے تعالےٰ اللّٰہ عَنْ ذَالِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا پھر اِس حقیقت شئے

سکے لیئے ضرور ہے کہ علم آلہی میں ہی کچھ احکام وآثار خاص اُس کے ہوں جن احکام وآثار خاص سے وہ دُوسری شے کے احکام وآثار خاص سے متمیز ہو۔ اور درحقیقت یہی احکام وآثار خاص شئے کے جو علم آلہی میں ہیں اُس شئے کی حقیقت ہیں۔ اور انہیں احکام اور آثار خاص سے وہ شئے دوسری شئے کے احکام وآثار خاص سے الگ ہو کر ایک شے گننے میں آتی ہے مگر باوجود ان حقائق اشیا کے یعنے باوجود اس کے کہ احکام وآثار خاص ہر شئے کے دوسری شے کے احکام وآثار سے مختلف ہیں۔ اُن سب اشیاء کی حقیقت علم آلہی ہی ہے۔ اور اس حقیقت کے لحاظ سے وہ علم آلہی سے باہر نہیں نکلیں۔ اُسی میں ہیں۔ اور حقیقت الحقائق اُن کی ایک ہی ہے۔ اور یہ امر کہ ہر شئے کے خاص احکام وآثار ہی اُس کی حقیقت ہیں اور اُن احکام آثار سے ہی وہ شئے کہی جاتی ہے اس مثال سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

مثال۔ ایک صاحب نے ایک خاص قسم کا کپڑا خریدا مثلاً کشمیرا خریدا جسکی ایک ہی حقیقت ظاہری تھی اُون کا بنا ہوا تھا۔ اُس میں سے ایک ٹوپی ایک کوٹ ایک پاجامہ بنوایا۔ ٹوپی کا جو یہ حکم ہے کہ وہ سر پر رکھی جائے۔ ٹانگوں میں یا پاؤں کی انگلیوں میں نہ ڈالی جائے اُس کا جو یہ اثر ہے کہ وہ خاص سر ہی کی حفاظت کرے اور اس کو زیبا رکھے اس حکم اور اثر خاص سے وہ ٹکڑا پارچہ کشمیرے کا جو ٹوپی کی شکل میں سیا گیا ٹوپی کہلانے لگا اور اس خاص حکم اور اثر سے ہی وہ ٹکڑا کشمیرے کا ایک شئے ٹوپی ہوا۔ اسی طرح وہ ٹکڑا کشمیرے کا جو پاجامہ یا پتلون کی شکل میں سیا گیا اپنے خاص حکم سے کہ پاؤں میں ہی پہنا جائے اور اپنے اثر سے کہ اُس سے پاؤں اور رانوں کی ناف تک یا اُس سے اوپر تک حفاظت ہو اور ستر عورت ڈھکا جائے پاجامہ یا پتلون کہلایا۔ اسی طرح اُس ٹکڑے کشمیرے کا حال ہے جو کوٹ کی شکل میں سیا گیا ہے۔ اور کوٹ کے خاص احکام آثار سے کوٹ کہا گیا ہے۔ اور ایک شئے علیحدہ کوٹ بن گیا ہے یعنے انہیں احکام وآثار خاص کوٹ کے سبب سے وہ ٹکڑا کشمیرے کا ٹوپی اور ٹوپی اور پاجامہ کے ٹکڑے کشمیرے سے الگ ہو کر ایک شئے کوٹ بن گیا ہے گو حقیقت کوٹ اور ٹوپی اور پاجامہ کی ایک کشمیرا ہے۔ دانائی یہ ہے کہ ہر شئے کو اُسی کے حکم اور اثر سے بنا جانے۔ اور احمقاپن یہ ہے کہ اُس کا لحاظ نہ کیا جائے حقیقت میں ایسے غرق ہوں کہ ہر شئے کی تمیز اٹھا دیں اور ہر شئے کا جو خاص حکم و اثر ہے اُسکو مٹا دیں۔

حکایت۔ کسی تھانہ کے دفتر میں ایک دیوان جی صاحب تحریر کے کام میں مستغرق تھے تنگے

سر بیٹھے لکھ رہے تھے کہ چانچک اُن کے افسر اعلےٰ آگئے۔ دیوان جی صاحب نے جلدی میں ایک پاجامہ کو سر سے باندھ لیا جو وہاں پڑا تھا۔ اور اپنے افسر صاحب کو سلام کیا۔ افسر صاحب یہ حال دیکھکر بے اختیار ہنسے مگر سمجھ گئے کہ یہ بڑے بیوقوف اور سادہ لوح ہیں انکو اپنے کام کے استغراق میں دوپٹہ اور پاجامہ کی بھی تمیز نہیں اس سے ظاہر ہے کہ تمیز ہر شے کی اُسکے خاص احکام و آثار سے ہے گو حقیقت اُس شے کی اور دوسری شے کی ایک ہی ہو اسی میں ہے کہ ہر شے کا استعمال اُس کے خاص احکام و آثار سے ہو۔ اسی لئے صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد ۔ گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

جب حقیقتِ حقیقی ہر شے کی علم الٰہی ہے اور علم الٰہی میں ہی اُس کے احکام و آثار ہیں جن سے وہ شے کہنے میں آتی ہے اور دوسری شے سے تمیز ہوتی ہے تو حقائق اشیا بھی علم الٰہی ہی میں اور کچھ نہیں۔ اس حقیقت شے کو جو علم الٰہی میں ہے صوفیا کرام رحمہم اصطلاحاً عین ثابتہ کہتے ہیں اور حقائق اشیا کو جو وہی علم الٰہی ہے اعیان ثابتہ اور صور علمیہ الٰہیہ کہتے ہیں جب کسی عین ثابتہ سے ایک وقت خاص میں حضرت الوجود کا پرتوہ اور ظل جسکو وجود اضافی و وجود مفاض اور وجود منبسط بھی کہتے ہیں منضم اور مقترن ہوتا ہے جس انضمام اور اقتران کی کیفیت مجہول ہے اور خدا ہی کو معلوم ہے۔ تب عالم شہادت اور ظہور میں وہ عین ثابتہ صورت علمیہ الٰہیہ اپنے احکام و آثار کا جلوہ دکھاتی ہے۔ بازار شہود اور عین میں آتی ہے۔ مگر باوجود اسکے عین ثابتہ کی حقیقت نہیں بدلتی جیسے پہلے علم الٰہی میں ایک صورت علمیہ الٰہیہ تھی ویسی ہی رہتی ہے نہ اس اقتران اور انضمام سے جو وجود اضافی کا عالم شہادت میں عین ثابتہ کے ساتھ ہوا۔ وجود اضافی کی حقیقت بدلتی ہے اور وہ عین ثابتہ نہیں ہو جاتا جیسا پہلے تھا ویسا ہی رہتا ہے۔ ہاں ایک ان میں دوسرے کا آئینہ بن جاتا ہے وجود اضافی عین ثابتہ کا آئینہ بن جاتا ہے۔ اور عین ثابتہ وجود اضافی کا آئینہ بن جاتی ہے۔ وجود اضافی اپنے آئینہ میں عین ثابتہ کے احکام و آثار کی صورت دکھاتا ہے۔ اور آپ اُس صورت کے پردہ میں چھپ جاتا ہے۔ عین ثابتہ اپنے آئینہ احکام و آثار میں وجود اضافی کی صورت دکھاتی ہے اور اُس صورت کے پردہ میں چھپ جاتی ہے دونوں عاشق معشوق ہیں یا دولہا دولھن اس رونمائی اور دلربائی میں دونوں وصل کے مزے اڑا رہے ہیں پردہ نشین عین ثابتہ اپنے

دولھا اپنے پیا اپنے معشوق وجود حقانی سے اس وصل میں لب نازک سے بزبان حال کہہ رہی ہے
پردے پردے میں آئی پی اپنے کے پاس
اے پیا اے پیارے اس عالم شہادت میں میں کچھ نہیں ہوں۔ یہ جو کچھ ظہور رہا ہے جو کچھ زور تماشائی اور دلربائی ہے یہ آپ ہی کا ناز و کرشمہ ہے ؎
دلربائی نہ شیوۂ خاک است بلکہ کرشمہ سراپا کست
میں کس منہ سے کہوں کہ دلربائی میری ہے اور عالم ظہور میں میں کچھ ہوں۔ جب میں خاک بھی نہیں اور کچھ بھی نہیں اور میرا ظہور میرا وجود آپ سے ہی ہے اور اپنے ظہور میں آپ کی محتاج ہوں تو جو دلربائی ہے وہ آپ کی ہے میری نہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ باوجود کچھ نہ ہونے کے پھر بھی مظہر کرشمہ سراپا ہوں۔ ظہور آپ کا مجھ سے ہے اور وجود میرا آپ سے۔ یہ ایک طلسم ہے ؎ مغربی رحمۃ اللہ علیہ
ظہور تو بمن است و وجود من از تو فلست تظہر لولائے لم اکن لولاک
اس کے جواب میں پیارے وجود حقانی نے اپنی معشوقہ اپنی محبوبہ مہ جبین پردہ نشین عین ثابتہ سے بزبان حال کہا اے پیاری بیگم اے نوجوان خانم مجھ کو بھی آپ کے جمال پری تمثال کے دیکھنے کا بڑا اشتیاق تھا۔ اور تمہاری صورت دیکھنے کا مجھ کو بڑا اشتیاق تھا۔ گو یہ میری ہی جادو نمائیاں ہیں مگر مظہر اُن کا آپ ہی ہیں۔ ان راز و نیاز کی باتوں سے ثابت ہوا کہ بقول حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ ؎
پرتوہ معشوق گر افتاد بر عاشق چہ شد ما بدو محتاج بودیم او بما مشتاق بود
یعنے اعیان ثابتہ کہتی ہیں کہ پرتوہ معشوق وجود حقانی کا ہم پر کہ ہم اُس کے عاشق ہیں۔ اس وجہ سے پڑا کہ ہم اس کے محتاج تھے کہ بدون اُس کے عالم شہادت میں ہمارا وجود نہیں ہو سکتا تھا اور وہ ہمارا مشتاق تھا کہ بدون ہمارے اُس کا ظہور نہیں ہو سکتا تھا حضرت الوجود نے یہ کیا طلسم اپنے پرتوہ وجود اور اپنی صورت علمیہ عین ثابتہ کے مواصلت اور قران سے بنایا ہے اور ظہور فرمایا ہے جس نے عالم کو حیرت در حیرت میں ڈال دیا ہے کہ اس ظہور میں بی عین ثابتہ صاحبہ بھی پردہ علم سے نہیں نکلی ہیں۔ اور پھر جلوہ گاہ اعیان میں جو نظر آتا ہے وہ ان بی صاحبہ عین ثابتہ کے ہی احکام و آثار ہیں میاں وجود حقانی صاحب احکام و آثار بی عین ثابتہ کے نقاب اور پردہ میں چھپے ہوئے ہیں۔ حیرت! حیرت!

حیرت!!!

## غزل مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

سارییت سرِ عشق دراعیان علے الدوام کالبدر فی الدجیۃ والشمس فی الغمام

ممکن ز تنگنائے عدم ناکشیدہ رخت واجب بجلوہ گاہ عیاں نانہادہ گام

در حیرتم کہ ایں ہمہ نقش عجیب چیست بر لوح صورت آمدہ مشہود خاص و عام

ہر یک نہفتہ لیک ز مرآت آں دگر بر داشتہ ز جلوہ جکام خویش کام

بادہ نہان و جام نہاں آمدہ پدید در جام عکس بادہ و در بادہ عکس جام

ممکن کیا اور وجب کیا؟ وہی عین ثابتہ اور وجود ضائی

بادہ کیا اور جام کیا؟ وہی عین ثابتہ اور وجود ضائی

جو ایک دوسرے کے آئینہ بنے ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک دوسرے کے احکام و آثار میں مخفی ہے اور اپنی اپنی حقیقت پر قائم ہے۔ یہ طلسم ان دونوں کی موصلت کا ناخن عقل سے نہیں کھلتا۔ وصلانِ حق اور اولیاء ذات مطلق پر کشف سے کھلتا ہے اور وہ بھی علے قدر مستعدا درجہ قرب کے عالم ظہور میں سب سے پہلے عالم ارواح ظاہر ہوا اور عالم ارواح کی ہر عین ثابتہ کا وصل وجود ضائی پرتوہ حضرت الوجود سے ہوا۔ یہ عالم نہایت ہی لطیف اور الطف ہے اس کے بعد عالم مثال ظاہر ہوا۔ اور اس کی ہر عین ثابتہ اپنے معشوق وجود ضائی سے واصل ہوئی یہ بنسبت عین ثابتہ عالم ارواح کے لطافت میں یہ کچھ کم ہے اس کے بعد عالم اجسام عرش سے لیکر فرش تک ظاہر ہوا۔ اور اس کی ہر عین ثابتہ اپنے معشوق وجود ضائی پرتوہ حضرت الوجود سے گلے لگ کر ملی۔ ان کی کثافت اور موٹاپن ظاہر ہے۔ عالم اجسام کے اقسام بہت ہیں جو مرتبہ بمرتبہ ظاہر ہوئے ہیں۔ اُن سب میں حضرت انسان کا ظہور سب سے آخر میں ہوا آپ جامع جمیع اعیان ثابتہ ہوئے۔ یعنے حقیقت انسانی جو عین ثابتہ اپنے سے چلی تو عالم ارواح اور عالم مثال اور عالم اجسام کے اعیان ثابتہ میں ہوتی ہوئی اور ان کا رنگ اڑاتی ہوئی صورت انسانی میں آئی اور اپنا جلوہ دکھایا۔ مگر اس جلوہ نمائی میں صفات جسمانی اور روحانی میں ایسی ڈوبی کہ تحت الثرے کو چلی گئی۔ اپنی اصلی صفات بھی سب اُس نے کھو دیں۔ اور ان احکام و آثار سے اپنے لطائف اصلی عین ثابتہ سے بہت دُور ہو گئی اور اس پر یہ صادق آیا کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ انسان بڑے ٹوٹے

میں ہے۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا خلعت بھی اس کو ملا جو ایمان لایا اور نیک کام کئے اور باتباع شرع محمدی اور متابعت قولی و فعلی و حالی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور ارشاد مرشد ذکر و فکر ریاضات و مجاہدات و عبادات کئے اور فضل الٰہی شامل حال اس کے ہوا۔ اس نے ہر عالم کے لطائف و دقائق کو اس پر منکشف کیا۔ ستر ہزار پردے ظلمانی اور نورانی جو اس کے دل کی آنکھوں کے سامنے پڑے ہوئے تھے ان کو اٹھایا لطائف اور دقائق سب کے منجلی ہوئے اس کشف سے وہ اپنی عین ثابتہ تک پہنچا۔ بقا باللہ اور فنا فے اللہ ہوا۔ یہی اپنے عین ثابتہ تک پہنچنا تصوف ہے۔ اور

اَلْاَخْذُ بِالْحَقَائِقِ کے یہی معنے ہیں

اپنی عین ثابتہ تک پہنچنے کو ہی سلوک کا تمام ہونا کہتے ہیں۔

کیا اس زندگی میں موت اضطراری سے پہلے اپنی عین ثابتہ تک پہنچنا آسان ہے؟ نہیں نہیں بڑا مشکل اور کٹھن ہے۔ جبتک نفس و شیطان سے خم ٹھوک کر نہ لڑے۔ اور خون اور پانی اپنا مجاہدات و ریاضات و عبادات شرعی میں ایک نہ کر دے۔ اس عالم شہادت میں وہ اپنی عین ثابتہ تک نہیں پہنچ سکتا اور نری باتیں بنانے سے اسرار حقیقت اس پر منکشف نہیں ہو سکتے۔

رباعی حضرت اوحدالدین حامد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ (نفحات صفحہ ۵۲۵ مطبوعہ نولکشور ۱۸۹۹ء معہ حواشی مفیدہ)*

اسرار حقیقت نہ شود حل بسوال — نے نیز بدر باختن حشمت و مال
تا خون نکنی دیدہ و دل پنجہ سال — ہرگز ندہند رہت از قال بحال

یہ کسی مرد بڑے باہمت کا کام ہے ایسی ویسی رتوں جھبوں لنگو سیلا رو کا کام نہیں کہ آج تو فوج میں نام لکھایا اور کل لڑائی کیوقت میدان جنگ سے بھاگ آئے اور کہا اے سیفیر تی بنرا بھلا ہو جان بچی سب کچھ پایا۔ مردان باہمت اولیاء کاملین ہی ہوئے ہیں جو جان توڑ کر خواہشات نفس اور شیطان سے لڑے ہیں اور بجان و دل سے اعمال شرعی کو بجا لائے ہیں۔ ایسا کوئی لاکھوں میں ایک ہی سورما ہوتا ہے جو طلب معشوق میں اپنی جان کو کھوتا ہے۔ اور معشوق کو پاتا ہے۔

اَیُّهَا الْاَحْبَاب! یہ ذکر سلوک سلسلہ ترتیب کا ہے۔ سلوک دو ہیں۔ ایک سلوک سلسلہ

* آئندہ جو حوالہ صفحہ نفحات کا ہوگا وہ اسی طبع کا ہوگا۔

ترتیب دوسرا سلوک جذبہ اور وجہ خاص سلوک جذبہ کا کمند عشق آلہی ہے وہ خود بخود جسکو چاہے کھینچ لیتا ہے - اس کی سب منزلیں آسان ہو جاتی ہیں ؎

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست    می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

اور سلوک سلسلہ ترتیب یہ ہے کہ جیسے ہر شخص کی حقیقت انسانی علم سے عین میں آئی ہے یعنے عالم شہادت اور ظہور میں مرتبہ بمرتبہ ایک سلسلہ ترتیب سے آئی ہے کہ پہلے عالم ارواح میں آئی پھر عالم مثال میں پھر عالم اجسام کی ہر صنف اور قسم میں اور پھر انسان میں آئی اور ہر مقام کا نورانی اور ظلمانی پردہ اس کے چشم بصیرت اور روشنی دل پر پڑا - اسیطرح برعکس اس کے رجعت قہقری سے یعنے لوٹتے پاؤں بامداد عنایت ایزدی اور بجا آل مجاہدات اور ریاضات و عبادات شرعی و توجہ مرشد ہی عالم اجسام اور مثال اور ارواح میں ہوتی ہوئی اپنی عین ثابتہ جائے اصلی اور وطن حقیقی تک پہنچ جائے اور اس سیر میں ہر عالم کے لطائف و اسرار اس پر منکشف ہوتے جائیں - یہ سلوک سلسلہ ترتیب کا پہلے کاملان وقت اور صوفیان زمانہ نے ہمت مردانہ سے طے کیا ہے اور بعد اس کے ان پر جذبہ جلیہ وارد ہوا ہے جس سے وہ فنا فے اللہ اور بقا باللہ ہوئے ہیں - مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سلوک سلسلہ ترتیب و سلوک جذبہ کی لطائف اشرفی سے تشریح کیجائے -

جو ایک بڑی معتبر اور مستند کتاب ملفوظات حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اولیاء کاملین اور پیشوائے سالکین میں سے تھے (دیکھو ۱۷۲ خزینۃ الاصفیا جلد اول) خلیفہ حضرت علاؤالدین بنگالی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے اور حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند صاحب کی خدمت بابرکت میں بھی پہنچے تھے - اور ان سے فیضیاب طریقہ نقشبندیہ کے بھی ہوئے تھے - اور حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملے تھے اور بہت اولیا اللہ کی خدمت میں رہے تھے جن کا وصال ایک سو بیس برس کی عمر میں ۸۰۸ھ ہجری میں ہوا تھا انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے اور لطائف اشرفی میں جو کچھ لکھا ہے (دیکھو لطائف اشرفی مطبوعہ جلد اول لطیفہ ہشتم صفحہ ۲۵۲) اس کا خلاصہ مع تشریح مناسب کے جو خطوط وحدانی میں ہے یہ ہے کہ اکثر اولیاء کاملین اور عرفاء مکملین سلوک سلسلہ ترتیب سے اپنے مقصد کو پہنچے ہیں اور واصل باللہ ہوئے ہیں - اور تھوڑے مشائخوں نے اپنے خاص مریدوں اور طالبان حق

کو سلوک مشرب وجہ خاص دیعنے جذبہ کا اکرایا ہے - اور اپنے مقصد کو پہنچایا ہے مگر اس سلوک کا طے کرنا ہر طالب کا کام نہیں - کیونکہ یہ سلوک عاشقی کا ہے - جس مرید کو دیکھا کہ وہ عاشق مزاج ہے - اس کو اول سے یہ سلوک بتایا اور جو معمولی آدمی دیکھا اس کو شارع عام سلوک سلسلہ ترتیب پر چلایا - قطعہ

معشوق در دو عالم چوں مرشد بخوبی — عاشق نشایدا تا از ہر دو کون فرد سے
ہر رو بہے نیارد در راہ عشق رفتن — در راہ عشق باید مردے و شیر مردے

یہ مشرب سلوک وجہ خاص (وجذبہ کا) ایک گلستان ہے کہ ہر باغبان اس کا پھول نہیں توڑ سکتا - اور یہ مذہب طریق خاص کا ایک بوستان ہے جس کی خوشبو ہر گندہ دماغ کے مشام جان میں نہیں پہنچ سکتی اور اس کی سیر ہر شخص آوارہ نہیں کر سکتا -

سلوک اول سلسلہ ترتیب میں بعض سالکان نے چالیس سال میں اور بعض نے پچاس سال میں نقاب ہائے روئے معشوق کو اٹھا کر چہرہ عروس مقصود کو دیکھا ہے اور اس کے جمال باکمال کے نظارہ میں محو در محو رہوئے ہیں اور سلوک ثانی (وجہ خاص اور جذبہ) میں اگر مرید پیر کی موافق طالع کسی طالب کے ہوتی ہے - اور عنایت اس شیخ کے مطابق حال کسی مصاحب کے ہوتی ہے تو وہ تھوڑی ہی مدت میں اپنے وجدان مقصود اور عرفان معبود کو پہنچ گیا ہے اور ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض طالبوں اور مریدوں کو حضرات نے اس راہ سے ایک ہفتہ یا ایک ماہ میں ہی منزل مقصود تک پہنچا دیا ہے - ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ -

یہ دونوں سلوک رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے متمسک ہیں لیکن پہلا سلوک سلسلہ ترتیب کا بہت مشہور ہے اور زمانہ اول میں اس کا بہت معمول رہا ہے اور دوسرا سلوک (وجہ خاص اور جذبہ کا) چلے بزرگ ندرت کسی کسی نے طے کیا ہے سلوک سلسلہ ترتیب کا حال کان لگا کر سنئے - اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے - لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ (ہم نے آدمی کو بڑی اچھی خلقت بنایا اور پھر اسکو اسفل السافلین میں پھینک دیا) اس آیہ پاک سے انسان کا احسن تقویم ہی ہونا اور اسکا پھر اسفل اسافلین میں پھینکا جانا بھی ثابت ہے اس تقویم نوس کی بلند مرتبہ کے احکام و آثار خاص ہیں کہ بسبب کسی اور مخلوق کے نہیں یہ اس کی صفات منتسب بڑھیا ہیں اور حمیدہ -

اور عالم ظہور میں دُور بھی اپنے احکام و آثار عامہ سے ایسا چھینکا گیا کہ اسکے برابر کوئی دور نہیں۔ اور سب جسقدر ظہور ہیں۔ وہ اس سے پہلے ہیں اور یہ سب سے آخر اس آخری ظہور میں ساری علتیں اس کے پیچھے لگادی گئیں موتی کیچڑ میں پھینکا گیا۔ یہ کیچڑ اسکی صفات گھٹیا ہیں اور رذیلہ۔ کوئی بڑا کامل اور ماہر فن چاہئے۔ جو اس موتی کو وہ نور حسن تقویم کو کیچڑ سے نکالے اور اس کی اصلی چمک و دمک دکھاکر اس کے وجہ بے بہا عین ثابتہ تک پہنچا دے۔ ایسے کامل کے صدقے اور ایسے ماہر کے قربان یا یوں سمجھئے کہ حقیقت انسانی ایک باز بیتر پرواز ہے وہ اپنے اصلی آشیانہ عین ثابتہ سے اڑکر عالم ظہور کے باغوں کی سیر کرتا ہوا خارستان ظہور انسانی میں اپھنسا ہے۔ اور اس سفر دور و دراز میں بال و پر اس کے خارستان انسانی کے کانٹوں صفات رذیلہ سے خستہ ہوکر ٹوٹ گئے ہیں اور حالت مسکینی میں بیٹھا ہے اگر اس کے اصلی بال صفات حمیدہ کے پھر نہ آئیں۔ اور یہ اُن کی قوت سے اڑکر پھر اپنے اصلی آشیانہ عین ثابتہ تک نہ پہنچے تو بڑا افسوس ہے۔ جامی رح ؎

گر نگردد باز مسکیں زیں سفر ✓ نیست از وے ہیچکس مہجور تر

اب اس کے اپنے اصلی آشیانہ عین ثابتہ سے اڑنے اور عالم ظہور کے تمام باغوں کی سیر کرتے اور میدان لق و دق خارستان انسانی میں پھنسنے کی کیفیت سنئے اب سب شہباز حقیقت انسانی نے آشیانہ وحدت صمدانی سے پرواز کی تو صحرائے واحدیت میں پر و بال اپنے کھولے پھر باغ عالم ارواح میں ایک مدت تک اڑتا رہا (اور اس عالم لطیف کے لطف اٹھاتا رہا) قطعہ

چو انساں را حقیقت ہیچو شہباز ز وکر وحدت خود کرد پرواز
نیشمن ساختہ بر شاخ ثانی بباغ رُوح کردہ باغبانی

باغ ارواح کی سیر کرتا ہوا اور شجرہ روح انسانی کی ٹہنیوں پر بیٹھتا ہوا بال پر کھول کر شجرہ ظہور کی شاخ مثال پر آیا۔ شعر

زباغ روح چوں پرواز کردہ بگلزار مثال آواز کردہ

ایک مدت تک اس شاخ مثال پر بیٹھا ہوا نغمہ سرا رہا پھر بیدانی مثال سے اڑکر صحرائے اجسام میں آیا۔ شجرہ جسمانی کی فروعات شاخ انسانی کے علاوہ بہت سی ہیں۔ جیسے جسم کُل۔ عرش و کرسی۔ افلاک۔ سبع سیارہ زحل و مشتری مریخ و شمس زہرہ و عطارد و قمر کرہ نار۔ کرہ ہوا۔ کرہ آب۔ کرہ خاک۔ جماد و نبات و حیوان۔ اور حیوان میں انسان سے

شہباز حقیقت انسانی شجرہ جسمانی کی ہر شاخ اور ٹہنی پر بیٹھتا ہوا اور ان کے احکام و آثار
کی رنگ و بو لیتا ہوا ظہور انسانی میں آیا۔ اس حال میں اس کا عجیب اثر ہوا اپنی اصل اور
لطافت سے تو یہ شہباز سب میں تیز پرواز تھا۔ مگر شجرہ جسمانی کی شاخوں پر بیٹھتا ہوا اور ان کا
رنگ اور بو اور اثر لیتا ہوا جو شاخ انسانی پر آیا تو پر ٹوٹی چڑیا میلا کچیلا کثیف در کثیف ہو گیا
آپ صاحبوں نے اُس کٹے کبوتر کو دیکھا ہو گا جس کو کبوتر باز کبوتر اڑانے کے وقت پھڑ کاتے
ہیں۔ اور آؤ آؤ کہکر اس پھڑکانے سے اڑتے ہوئے کبوتروں کو بلاتے ہیں گو اُس کٹے
کبوتر کی جس کے پر کٹے ہوئے ہوتے ہیں اور جسکو کبوتر باز پھڑکاتا ہے۔ اور ان کبوتروں کی جو اڑ رہے
ہیں ایک ہی جنس ہوتی ہے مگر حالت اس کٹے کی بہت ہی میلی کچیلی اور ردی ہوتی ہے اگر اس
کی صورت اور حالت کو اڑنے والے کبوتروں کی حالت سے مقابلہ کیا جاوے تو زمین آسمان
کا فرق لطافت و کثافت میں ہوتا ہے وہ حقیقت انسانی جو اخلاق رذیلہ میں پھنسی ہوئی ہو
اور صفات حمیدہ کے پر اس کے کٹے ہوئے ہوں۔ اور نفس کبوتر باز کے ہاتھوں میں پھڑکتی
ہو۔ اس کی حالت کبوتر باز کے کٹے سے بھی بدتر ہے۔ کبوتران پردار کی ہمدردی کو دیکھئے
جب وہ اپنے جنس پر شکستہ کٹے کو پھڑکتا دیکھتے ہیں تو اڑتے ہوئے نہ پر اس کے پاس اتر
آتے ہیں تاکہ اس حالت سے اسکو رہائی دلوائیں مگر کیا کریں کہ کبوتر باز کے ہاتھ میں وہ ہے
اُس سے چھوٹے تو پر اس کے نکلیں اور پرواز کرے۔ آہ افسوس اس کے حال پر جسکے پرواز
کے پر ٹوٹے ہوئے ہیں اور اپنی حالت پرواز کو گم کئے ہوئے ہے۔ اس کو کبوتر باز نفس کے
ہاتھ سے چھوڑائے تو عنایت ایزدی اور توجہ مرشدی ہی چھوڑائے۔ اس بیان سے ظاہر
ہے کہ حقیقت انسانی نے جو مراتب مذکورہ بالا میں تنزل فرمایا تو اس سے اس پر ایک
ایک تعین اور تقید آگیا۔ اور اس تعین اور تقید سے وہ دولت قرب و شہود سے دور اور لذات
حضور سے مہجور رہ گیا۔ اور خصوص نشارت انسانی اور صورت جسمانی میں تو ایک تعین خاص
ان کے لئے پیدا ہو گیا تعین خاص یہاں تک بڑھا کہ بعض افراد انسانی نے دعوائے
انانیت کا کیا۔ اور اپنے وجود اور ہستی کو ایک وجود ہستی مستقل سمجھا۔ آہ افسوس اس دوری اور
مہجوری پر نعوذ باللہ منہا اس صحرائے حرمان اور بیابانِ ہجران میں ایک شاہ سوار حقیقت
انسانی شکار صیادی تھی۔ اور نخچیر آہوئے آرزو دار شکار رنگ و بو کے پیچھے دوڑتی پھرتی اور
کراتے ہیں شہر سعادت ازلی اور منبع دولت لم یزلی بیشۂ غیبی اور گوشۂ لاریبی سے نکل

آیا۔ اسکو دیکھتے ہی آہوان ہوائی اور نخچیران خودنمائی بھاگ گئے۔ اور گوشہ عدم میں ایسے چھپ گئے کہ کہیں انکا پتہ نہ پایا۔ تب شاہسوار حقیقت انسانی کو شکارگاہ احدیت اور فنائی صمدیت کا میل ہوا۔ اور اس حضرت میں سر ارادت جھکایا کہ آلہی مجھکو اس زاویہ خطرناک اور بادیہ پُرباک سے نکال دے۔ ہمکان رکھتا ہے کہ اس ارادت سے وہ مونہی وار طور سلوک پر قدم رکھے۔ اور کسی صاحب نعمت پیر کامل خضر صفت کا جس کی شان میں آیہ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا صادق آئے۔ دامن پکڑے۔ اور وہ پیر کامل خضر صفت اُسکا دستگیر ہو جائے۔ اس آیہ سے بہ اوصاف پنجگانہ پیر کامل اور شیخ اکمل کے نکلتے ہیں۔

پہلے۔ تیخ کا سوافق الفاظ عبداً من عبادنا کی عبدیت خاص سے اختصاص ہونا اور عبدیت خاص کی خلعت سے سرفراز ہونا

دوسرے۔ آتیناہ رحمۃً کے حکم سے رحمت آلہی کا اس پر نزول ہو۔

تیسرے۔ وہ رحمت بحکم من عندنا خاص مقام عندیت آلہی سے ہو۔

چوتھے۔ بحکم علّمنا خاص حضرت حق سے تعلیم علوم کا شرف حاصل ہو۔

پانچویں۔ وہ دولت علوم من لدنّی کی ہو اور علم لدنّی سے حصہ اُسکو ملا ہوا

کسی کو تقدیر سے ایسا پیر و شیخ کامل ملجائے تو پھر اسکا دامن پکڑنا چاہیے۔ جو کچھ وہ کہے وہی کرنا چاہیے۔ پیر کامل ایسے طالب کی تعلیم (و تربیت) اذکار۔ افکار (اور ارشاد) عبادات و مجاہدات و اشغال و ریاضات اسے علی حسب حال اس طالب کے کرتا ہے علوم سر اور عقائد صوفیہ ضروری کو اولاً اجمالاً بتاتا ہے وہ سالک طالب حق اذکار و افکار فی اللیالی والایام بروجہ توجہ تام سے اولاً مرتبہ حیوانیہ پر پہنچتا ہے اور جو کچھ تمام حیوانوں پر مکشوف ہے اس پر کشف ہو جاتا ہے ؎

دریں منزل بود از لطف سبحاں　　بکشف دیدہ اش مکشوف حیواں

یہاں ظاہر ہے کہ بعض اسرار و حقائق عالم حیوانی جو ناقص الحال آدمیوں پر منکشف نہیں ہوتے۔ وہ حیوانوں پر منکشف ہوتے ہیں۔ افسوس کہ ناقص الحال آدمی حیوانوں کا رتبہ بھی نہیں رکھتا۔ جب مرتبہ حیوانی سے سالک ترقی کرتا ہے تو مرتبہ نباتیہ اُس پر منکشف ہو جاتا ہے۔ باتات کے خواص اس کو معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور تسبیح شاہ

مفہوم ہوتی ہے۔ قطعہ

دریں جا شد ضمیر پاک سالک | بملک ہر نبات مرز مالک
شدہ در ہر زباں اسرار تسبیح | بہ پیش فکر سالک راہ تشریح

جب اس مرتبہ سے ترقی پکڑتا ہے تو شہر جمادی میں پہنچتا ہے اور اس کے احکام غریبہ اور اسرار عجیبہ پر مطلع ہو جاتا ہے۔ اور اس کے دفائن و معادن اور جواہر و کان خزائن سالک کی آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اگرچہ وہ کسی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ مثنوی

دریں جا از جواہر کان اسرار | بہ پیش جوہری آرند خروار
وے این جوہر کان معانی | بکار جوہری ناید تو دانی

جب اس منزل سے اور اوپر پہنچتا ہے تو مرغزار خاک میں جا کر اپنا خیمہ لگاتا ہے۔ اسکے عجائب غرائب کا ایک دفتر دیکھتا ہے۔ اور ایک دیوان پاتا ہے جو کلمات اسرار اور حروف آثار بیشمار سے پُر ہے۔ مثنوی

آخر خاک چوں برپشت شبرنگ | عجائب دیدہ شہرے خوش وہ ورنگ
چہ نادر مسکن انواع و اصناف | کہ نبود ہیچو او در ہیچ اطراف
چوں سیمرغ درون قاف مظہر | رسیدہ صیت او در ہفت کشور

جب اس مرتبہ سے عروج کرتا ہے تو اس کی کشتی سلوک دریائے آب میں رواں ہوتی ہے اور وہ قلزم وجعلنا من الماء کل شئی حی سے آشنا ہو جاتا ہے۔ مثنوی

چو کشتی را در آب افگند ملاح | بدریا سے عیاں شد غرق ارواح
چہ دریائے کہ او را نیست پایاب | بہر سو آشنا زو کردہ غرقاب

جب دریائے آب سے ساحل ہوا پر سالک آتا ہے تو ایک دوسرے عالم میں آجاتا ہے جہاں سوائے ہوائے لطافت کے اور کوئی ہوا نہیں چلتی۔ اور ورائے نسیم ظرافت کے اس سمن زار سے اور کوئی صبا نہیں آتی۔ مثنوی

چو در بحر ہوا افگندہ زورق | جہاں را یافت جملہ ظل ہبرق
بصحرائے ہوا زانجا گذر کرد | بصورت ہائے غیبی در نظر کرد

اسی طرح مرتبہ بمرتبہ برعکس نزول کے عروج کرتا ہوا سالک ترقی کرتا جاتا ہے۔ اور جسقدر ترقی و عروج کرتا جاتا ہے۔ اسی قدر اپنی کثافت کو چھوڑتا جاتا ہے۔ اور ہر مرتبہ سے

لطافت کو لیتا جاتا ہے۔ جسقدر کثافت اور تقید کم ہوتا جاتا ہے لطافت و وسعت بڑھتی جاتی ہے۔ اور مراتب عالیہ سے نسبت اس کی کامل تر ہوتی جاتی ہے۔ اور علم ادراک اس کا بہت بڑھتا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ عروج کرتا ہوا اپنے عین ثابتہ تک پہنچ جاتا ہے جب عین ثابتہ تک پہنچ جاتا ہے تب وہ اسم جس کی مظہر اس کی عین ثابتہ ہے۔ بصورت استعداد کلی ہیُولانی الوصف اس پر متجلی ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ عین ثابتہ سالک ان تین صفات میں سے ایک صفت رکھتی ہے۔
(۱) یا تو وہ عین ثابتہ ایسی ہے کہ ادر جسقدر اعیانِ ثابتہ ہیں اُن سب کی وہ جامع ہے جیسی عین ثابتہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور بعض متابعانِ کامل اور سالکانِ مکمل کی ہے۔ جنہوں نے پوری پیروی اور متابعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کی ہے۔ ایسے کامل کو جب اپنی عین ثابتہ کی اطلاع ہوتی ہے تو اس حال میں اُس کو تمام دیگر اعیان ثابتہ کے احکام و آثار مِنَ الْاَزَلِ اِلَی الْاَبَد کی بھی اطلاع ہو جاتی ہے۔
(۲) یا وہ عین ثابتہ ایسی ہے کہ کل اعیان ثابتہ کی تو نہیں مگر بعض اعیان ثابتہ کی جامع ہے جب اُس کو اپنی اطلاع ہوتی ہے تو بعض اعیان ثابتہ کے حکم و اثر سے بھی اس کو اطلاع ہو جاتی ہے۔
(۳) یا وہ عین ثابتہ اور کسی عین ثابتہ کی جامع نہیں ہوتی صرف اپنے ہی تمام احکام و آثار مِنَ الْاَزَلِ اِلَی الْاَبَد کی واقف ہوتی ہے۔

جب سالک عنایت الٰہی اور بدرقۂ ناممتناہی سے اپنی عین ثابتہ تک پہنچ جاتا ہے تو یَنْتَہِی السُّلُوْکُ فِیْ هٰذَا الْمَقَامِ یَتَبَدَّلُ السَّیْرُ بِالْجَذْبَۃِ الْجَلِیَّۃِ وَلَا یُمْکِنُ الْوُصُوْلُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اِلَّا بِالْجَذْبَۃِ (یعنے اس مقام پر سالک کا سلوک ختم ہو جاتا ہے اور اُس کے سیر متبدل بجذبہ جلیہ عشق الٰہی ہو جاتی ہے۔ اور بدون اس جذبہ جلیہ کے وصول الی اللہ ممکن نہیں ہے) صاحب اس سلوک کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔ جب وہ اس مقام سے نزول فرماتا ہے اور پھر اپنے اصلی مقام پر آجاتا ہے تب وہ نائل تربیت طالبان ہوتا ہے۔ ؎

مرآں سالکے کہ گردانزال و عروج بفرق طالبانست وُرّۃ التاج

اس رتبہ کا کامل صوفی کہلاتا ہے اور اس کا عین ثابتہ اپنی تک پہنچنا جو تصوف ہے وَالْاَخْذُ بِالْحَقَائِقِ کہا جاتا ہے اس لئے کہ حقائق احکام اعیان ثابتہ ہی ہیں جو صور علمیہ الٰہیہ میں ہو رہی

اصلی حالت علمیہ میں حقائق اصلی اور حقیقی کہلاتے ہیں۔ اور عالم ظہور میں تو حضرت الوجود کے پرتوہ کا ظہور ہے وہ ایک ہی حقیقت ہے۔ جو ہر عین ثابتہ کے آئینہ احکام و آثار میں جیسا وہ آئینہ رنگ رکھتا ہے جلوہ نما ہے۔ رباعی جامی رحمۃ اللہ علیہ

اعیان ہمہ شیشہ ہائے گوناگوں بود　　کافتاد براں پرتوہ خورشید وجود
ہر شیشہ کہ بود سُرخ یا زرد کبود　　خورشید دراں ہم بہاں رنگ نمود

یعنی اعیان ثابتہ عالم تو شیشہ ہائے گوناگون ہیں اور اُن کی گوناگونی خدا کے علم میں ہی ہے اُن پر خورشید وجود کا پرتوہ پڑا۔ خورشید وجود نے ہر شیشے میں اسی رنگ و بُو کے موافق ظہور کیا۔ اگر شیشہ رنگ سرخ کا تھا تو سُرخ رنگ کا ظہور کیا۔ اور اگر زرد یا نیلا تھا تو زرد یا نیلے رنگ میں ظہور کیا۔ اِس سرنازک اور حقیقتِ حال کا پانا ہی تصوف اور الاخذ بالحقائق ہے اور یہی سلوک کے ختم ہونے کا مرتبہ ہے خواہ وہ سلوک سِلسلہ ترتیب سے ختم ہو یا سلوک جذبہ سے سلوک سلسلہ ترتیب کا حال تو آپ نے سُنا۔ اب سلوک جذبہ کا بھی سنئے کہ کب سے اس کا ظہور زیادہ ہوا۔ حضرت قدوۃ الکبرا سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دیکھو لطائف اشرفی جلد اول صفحہ ۳۰۲ کہ درویشان متقدمین کا سلوک سِلسلہ ترتیب کا تھا۔ اور اب بھی اکثر طالبانِ حق و سالکان براہ مطلق اس سلوک سے منزل مقصود کو پہنچتے ہیں مگر بعضے مشایخ ان طالبوں اور مریدوں سے جن میں قابلیت دیکھتے ہیں سلوک مشرب وجہ خاص (وجذبہ) کا کراتے ہیں اور مقصد اعلےٰ کو پہنچاتے ہیں۔ جب ہم شرف ملازمت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند سے مشرف ہوئے تو دیکھا کہ آپ مشرب وجہ خاص (سلوک جذبہ) کا اشتغال رکھتے ہیں۔ اور اپنے تمام مریدوں اور طالبان حق کو اسی سلوک سے حق تعالیٰ تک پہنچاتے ہیں۔ بعضے عزیزوں نے آپ سے اس مشرب خاص کے التزام کی بابت دریافت کیا تو فرمایا کہ اس زمانے میں مردم روزگار کی ہمت اور طالبان کردگار کا ارادہ (وہمت بہت کم ہوگئی ہے اور راہ سلسلہ ترتیب کی آفات بہت ہیں (جن سے بچکر کوئی خاص ہی پار اترتا ہے اس لئے ضرورت ہوئی کہ طالبان خدائے (رہ میان) اور سالکان ورائے (جہان) کو اس سلوک مختصر (مشرب خاص وجذبہ) سے خدا تک پہنچاویں اور تخت وصول اللہ بٹھاویں۔ مثنوی

یکے با قافلہ طے کردہ سالہا　　یکے در کشتی نشست در کار

براہ برّاد عمرے بسر کرد | زراہ بحر ایک کشتی بدر کرد
بکعبہ ہیر سند ہر دو بہ تقدیر | یکے در سرعت و دیگر بتاخیر

(یہ کیا اچھی بات ہے اور کیا فرق ان دونوں سالکوں کا ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک تو قافلہ کے ساتھ جنگلوں میں کعبے کی طرف چلا اور بڑی مدت عمر اس نے جنگلوں اور بر میں بسر کی اور ایک کشتی میں سوار ہوا اور دریا سے راہ کو طے کیا - دونوں کعبے میں پہنچے فرق یہ ہوا کہ ایک جلدی اور دوسرا دیر سے - پہنچ دونوں گئے - پھر فرمایا کہ) حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے اس گلزار مشرب وجہ خاص نے بہت نور اور تازگی پائی - اور بازار اس مذہب (جذبہ) میں بڑی رونق ہوئی - حضرت مولانا جلال الدین سے کسی نے پوچھا کہ حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا سلوک و طریقہ متاخرین مشائخ میں سے کس کے سلوک و طریقہ سے مناسبت رکھتا ہے - فرمایا متاخرین کا کیا پوچھتے ہو متقدمین کا پوچھو - دو برس سے زیادہ عرصہ ہوا ہے کہ ایسے ظہور آثار ولایت اور صدور انوار عنایت جو لطف الٰہی اور عطیہ نامتناہی سے حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند پر ظاہر ہوئے ہیں کسی مشائخ طریقت پر ظاہر نہیں ہوئے - مثنوی

برآمد خوش چنیں پاکیزہ مذہب | زدود از جذبہ آئین مشرب
کہ ہر دم دیدہ اند آئینہ شاں | نگار پرتو انوار سبحاں

(یہ ہے بانی مشرب کہ طرفۃ العین میں مستعدان کامل کو اپنے مشرب خاص جذبہ وعشق الٰہی سے عین علم تک پہنچایا اور واصل باللہ کیا) قطعہ

اگرچہ مظہر نور الٰہی | مشائخ بودہ اند اے یار بسیار
ولیکن چوں بہاءالحق والدین | نبودہ نقشبند اے نقش پندار

(یعنے اگرچہ تمام اولیاء ہر طریقہ کے مظہر انوار الٰہی ہیں اور ہر ایک اپنے رتبہ میں اعلیٰ فضل بارگاہ الٰہی ہے مگر جیسے اس مشرب خاص سلوک جذبہ کے نقشبند حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ہوئے ایسا ظہور کم ہوا - پھر فرمایا کہ)

ایک عزیز نے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ کی درویشی موروثی ہے یا کسبی آپ نے فرمایا کہ بحکم جذبۃ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین اس سعادت (مشرب خاص) سے ہم مشرف ہوئے ہیں (اور طالبان حق کو خدا تک پہنچانے

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام

# التماس

رسالہ انوار الصوفیہ جس کے انوار آفتاب کی طرح درخشاں ہیں جس کے مضامین علم سلوک اور تصوف کے روح رواں ہیں۔ اسلام کا لب لباب اور بوستان دین کا گل انتخاب کہنا اسے زیبا ہے اللہ اللہ کیسے اسرار روحانیت کے گلہائے رعنا اسمیں شگفتہ ہو رہے ہیں۔ قلب مومن اگر عرش ہے تو اس رسالہ کا ایک ایک نکتہ اس عرش کی قندیل ہے یعنی مومنوں کے قلب اس کے انوار فیض سے منور ہونگے۔ یہ رسالہ نہیں ہے ایک گلدستہ ہے جسمیں گلشن ایجاد کے نادر پھول سجا کر اصحاب ذوق کے پیش کئے گئے ہیں یہ اور رسالوں کی طرح ایکبار مطالعہ کے بعد تقویم پارینہ سمجھا جا کر ردی میں پھینکا جانے کے لائق نہیں ہے اس کو دیکھئے پھر دیکھئے بار بار دیکھئے بلکہ اس قدر دیکھئے کہ محو تماشا ہو جائیے۔ یہ شاہد معنی ہر بار نئے لباس میں جلوہ گری کریگا اور نئی ادا سے صورت دکھاویگا۔ نظر باز آنکھ اور قدردان دل کا ہونا شرط ہے۔ اسکی بیقدری محرومیت کی دلیل ہے۔ آئیے اس عزیز کا خیر مقدم کیجئے۔ اور اسکو آنکھوں کی راہ سے دلمیں اور دل سے پردۂ جان میں اتاریئے۔ اور اس کی ہر بار نئی اداکو ملاحظہ فرمائیے اور اس شعر کو بار بار اس کے حضور میں پڑھئے ÷

ہر دم چمن خود را رنگ دگر آرائی شورے دگر انگیزی ذوقے دگر افزائی

مگر حد ادب نگاہ رہے۔

راقم ایڈیٹر۔